اسرارِ خلافت کا دور گئے

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۱۴/ نومبر ۱۹۹۷ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

دولت اور وسائل دولت کا احتکار و اکتناز؟

قرآن و سنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اذعان ہو گیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار و اکتناز کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے "احتکار" یہ کہ دولت کا کسی ایک طبقہ ہی میں محصور ہو جانا "اکتناز" یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔

اسلام نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے وہ اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے' نہ مفلس و محتاج طبقے' ایک طرح کی درمیانی حالت افراد معاشرہ پر طاری ہو جائے گی۔ بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی و کسب کے بغیر کوئی مومن زندہ نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور ہو گا اور اس لئے افراد کی دولت جتنی بڑھتی جائے گی اسی نسبت سے جماعت بحیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ تمام افراد قوم کے لئے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لئے محتاجی و مفلسی کا پیام ہو جائے جیسا کہ اس وقت عام طور پر ہو رہا ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "تحریک آزادی اور مسلمان" سے ایک اقتباس)

شمارہ : ۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادا ریہ

عاکف سعید

... لیک بعد از خرابی بسیار

ملک کے دو چوٹی کے اداروں انتظامیہ اور عدلیہ کی محاذ آرائی نے ملک کو جس شدید آئینی و سیاسی بحران سے دوچار کر دیا تھا' بالاخر ایک فریق کے غیر مشروط طور پر گھٹنے ٹیک دینے کے باعث اس بحران اور تناؤ کی کیفیت میں کمی آئی۔ ایک عجیب غیر یقینی کی فضا پوری قوم پر مسلط تھی' ہر طرح کا کاروبار دنیوی ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا' عوام شدید بے چینی اور پریشانی کا شکار تھے کہ آخر "یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین" اور تمام نگاہیں منتظر تھیں کہ "دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا؟"۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب کو جب اس بحران میں اپنے اقتدار کا سنگھاسن ڈولتا نظر آیا تو انہوں نے عدلیہ کو نکیل ڈالنے کا خناس اپنے ذہن سے نکال دیا اور چیف جسٹس صاحب کے وہ تمام مطالبات تسلیم کرنے کا اعلان کیا جن کو اس سے قبل وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھے اس لئے کہ ان کے بعض مشیروں کی عاقبت نااندیشی نے اس معاملے کو ان کے لئے انا کا مسئلہ بنا دیا تھا۔

یہ معاملہ اگرچہ وقتی طور پر حل ہو گیا ہے لیکن اس مسئلے کے بعض پہلو ابھی ایسے باقی ہیں جو بگڑ کر پھر کسی بحران کو جنم دے سکتے ہیں۔ یہ امر انتہائی قابل افسوس ہے کہ اس بے تکی محاذ آرائی کے باعث بحیثیت قوم بھی ہماری جگ ہنسائی ہوئی ہے اور ہمارے ان دونوں قابل احترام اداروں یعنی انتظامیہ اور عدلیہ کی ساکھ کو بھی شدید طور پر دھچکا لگا ہے' بالخصوص جج حضرات میں گروپ بندی پیدا کر کے عدلیہ کا تقدس شدید طور پر مجروح کیا گیا ہے جو بلاشبہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے —— بہرکیف وزیر اعظم میاں نواز شریف کا عدلیہ کے مقابلے سے بالاخر دستبردار ہو جانے کا فیصلہ لائق تحسین ہے کہ جس نے ملک کو ایک سنگین بحران سے بچا لیا۔

ہر کہ دانا کند' کند ناداں
لیک بعد از خرابی بسیار

ہمارے نزدیک اس سارے فسانے میں یوں تو پوری پاکستانی قوم کے لئے سبق آموزی کے متعدد پہلو موجود ہیں' لیکن بالخصوص میاں نواز شریف صاحب کے لئے تو عبرت آموزی کا وافر سامان بھی مضمر ہے —— ایک غیر معمولی طور پر بھاری مینڈیٹ اور اسمبلی میں بروٹ میجارٹی رکھنے کے باوجود اور تیرھویں اور چودھویں ترمیم کے ذریعے صدر کے زہریلے دانت نکال کر اور ارکان اسمبلی کے بال و پر کاٹ کر اپنے تخت اقتدار کو ممکنہ حد تک مضبوط بنانے کے باوجود عدلیہ کے ساتھ سینگ پھنسانے کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں کے اندر اندر ان کے اقتدار کی مضبوط کرسی ڈولنے لگی اور پورا سسٹم تباہی کے دہانے تک جا پہنچا۔ نتیجتاً حکمران طبقہ ساری چوکڑی بھول گیا اور اقتدار کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ میاں نواز شریف صاحب "انا و لاغیری" کے جو خواب دیکھ رہے تھے وہ چکنا چور ہو گئے —— ہمارے نزدیک یہ اللہ کے دین سے بے وفائی کی سزا کی پہلی قسط ہے جو اس بحران کی شکل میں ان پر مسلط ہوئی۔ تاہم یہ ناگہانی دھچکا اگر انہیں ہوش میں لانے کا باعث بن جائے تو ہماری دانست میں یہ نہایت مبارک دھچکا ہوگا۔ وہ اپنے ذاتی اقتدار کو محکم اور مستحکم کرنے کی بجائے اس ملک میں قرآن و سنت کی بالادستی کو یقینی بنانے کا کارنامہ سرانجام دیں تو یقینی طور پر دنیا میں بھی اللہ کی تائید و نصرت ان کے شامل حال ہو گی اور آخرت میں بھی وہ سرخرو ہوں گے —— امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے انہیں اسی جانب متوجہ کرنے کے لئے حال ہی میں ایک اخباری اشتہار کی صورت میں اپنا پیغام ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جسے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

(یہ اشتہار روزنامہ "نوائے وقت" روزنامہ "جنگ" اور روزنامہ "خبریں" میں شائع کیا گیا ہے)

میاں محمد نواز شریف!

آپ نے دستور میں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی بالادستی کی بجائے اپنی ذاتی بالادستی کی ترامیم منظور کرا کے جس گناہ عظیم کا ارتکاب کیا تھا اس کی سزا کی پہلی قسط آپ کو مل گئی ہے

تاہم ابھی موقع ہے

کہ آپ اللہ کی جناب میں خلوص دل سے توبہ کریں اور جلد از جلد وہ جملہ ترامیم منظور کرائیں جو ہم نے پوری باریک بینی کے ساتھ مرتب کر کے' اور ان کے حق میں رائے عامہ کا بھرپور اظہار کرا کے نہ صرف یہ کہ

آپ پر حجت قائم کر دی تھی

بلکہ آپ سے وعدہ بھی لے لیا تھا! —— ورنہ

ع "تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں!"

کے مصداق آپ کے ساتھ کہیں پورا ملک بھی پکڑ میں نہ آجائے

خاکسار اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی

نفس کو خواہشات کی غلامی سے آزادی دلائے بغیر "اخلاص فی العمل" پیدا نہیں ہو گا

دین کی دعوت و اقامت کی جدوجہد میں شرکت مخالفت نفس کا موثر ذریعہ ہے

مفاد پرست حکمران، علمائے سو اور دنیا پرست صوفیاء دین میں موجودہ فساد کے ذمہ دار ہیں

دور اول کا عرب اسلام عجمی اثرات سے پاک اور قرآن و جہاد سے عبارت تھا

شیخ احمد سرہندیؒ نے تصوف کے علوم و معارف کو غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے سنت کے مطابق کر دیا

تقلید جامد اور فرقہ وارانہ اختلاف نفاذ اسلام کے راستے کی بڑی رکاوٹیں ہیں

۳۱/اکتوبر ۹۷ء کو قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب جمعہ بعنوان : "مروجہ تصوف یا سلوک محمدی یعنی احسان اسلام" کا خلاصہ

مرتب : نعیم اختر عدنان

تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کے چھ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع کے پانچویں روز جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے نماز جمعہ سے قبل "مروجہ تصوف یا احسان اسلام" کے موضوع پر اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ حمد و ثنا اور تلاوت آیات کے بعد امیر محترم نے فرمایا :

محمد بن قاسم کے ذریعے موجودہ پاکستان کا دو تہائی علاقہ دارالاسلام بن گیا تھا۔ سندھ کی سرزمین میں آنے والا اسلام دور اول کے اسلام کی صفات کا حامل تھا۔ اس سادہ ترین عرب اسلام میں عجمی اثرات موجود نہیں تھے' اس میں نہ تو فقہی مکاتب تھے اور نہ ہی موجودہ روحانی سلاسل کا کوئی وجود تھا۔ صدر اول کے اسلام میں قرآن اور جہاد کو نمایاں ترین مقام حاصل تھا مگر سلیمان بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کے ساتھ ذاتی پرخاش کی بنا پر محمد بن قاسم کو واپس بلا کر قید کر دیا۔ یوں یہ دور جلد ہی ختم ہو گیا۔ برعظیم پاک و ہند میں کم و بیش تین سو سال بعد اسلام کی دوبارہ آمد وسط ایشیا سے ہوئی اور محمود غزنوی اور محمد غوری کے ذریعے سرزمین ہندوستان کو از سر نو دارالاسلام بننے کا شرف حاصل ہوا۔ تخت دہلی پر ۱۲۰۶ء میں مسلمانوں کی عظیم الشان حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ترکستان سے آنے والا یہ اسلام سنی و حنفی تصورات پر مبنی تھا۔ چنانچہ اس اسلام میں قرآن و حدیث سے براہ راست تعلق کی بجائے فقہ حنفی سے تعلق کو زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ مسلمان فاتحین کے ذریعے اسلام اقصائے عالم پر پھیلا تو کئی ایک علاقوں میں دین و مذہب کے ساتھ ساتھ وہاں کی زبان بھی تبدیل ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ شمالی افریقہ کے باشندوں میں اسلام کی آمد کے ساتھ عربی زبان بھی رواج پذیر ہو گئی مگر برصغیر میں ایسا نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ یہاں فارسی کی صورت میں ایک مضبوط زبان موجود تھی۔ زبان کی اس اجنبیت کی وجہ سے عوام کا تعلق براہ راست قرآن و حدیث کے ساتھ استوار نہ ہو سکا۔ ترکستان سے آنے والے اسلام میں ایک جانب فقہی مسالک کی تقلید جامد کے اثرات غالب تھے تو دوسری طرف اس میں تصوف کے اثرات بھی شامل تھے چنانچہ وحدت الوجود جیسے فلسفیانہ اور دقیق مسائل بھی اس میں پوری گہرائی کے ساتھ موجود تھے۔ انہی اسباب کی بنا پر کسی نہ کسی فقہی مسلک پر کاربند ہونا اور کسی نہ کسی روحانی سلسلے سے بھی وابستہ ہونا برعظیم کے مسلمان کی پہچان بن گیا۔ مسلمانوں کی شناخت حنفی' چشتی اور حنفی قادری جیسے القابات سے ہوتی تھی۔ برعظیم کے تمام مسلمان سنی عقیدہ کے حامل تھے۔ اسلام کے ورود ثانی کے تقریباً پانچ سو سال بعد تک یہاں شیعیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ البتہ سولہویں صدی میں جب مغل شہنشاہ ہمایوں' شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوا تو وہ یہاں سے بھاگ کر ایران چلا گیا۔ وہاں سے وہ ایرانی حکومت کی تائید و حمایت کے ساتھ ہندوستان واپس لوٹا تو اس کے ساتھ ہی شیعیت بھی برعظیم کے خطے میں آ گئی۔

شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تصوف اور سلوک کے میدان میں اصلاح و تجدید کا کارنامہ سرانجام دیا اور اسے غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے سنت کے مطابق کر دیا جبکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ذریعے یہاں علم حدیث کا پودا پروان چڑھا۔ پھر شاہ ولی اللہ اور ان کے عالی مرتبت خاندان کے ذریعے برعظیم میں قرآن کی جانب رجوع اور اس کے علوم و معارف کی تعلیم و تدریس کو فروغ حاصل ہوا۔ اسی زمانے میں بلاد عرب کے محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی اسلامی تحریک کے اثرات بھی برعظیم میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ سنی اور شیعہ تصورات کے بعد یہاں سلفیت یا اہل حدیثیت بھی آ گئی۔ سلفی تحریک کے نتیجے میں "تقلید جامد" کے تصور میں قدرے نرمی پیدا ہو گئی اور قدرے متوازن سوچ پروان چڑھنے لگی۔

دور غلامی میں انگریزی تہذیب و تمدن کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے عوام الناس کا مذہب سے تعلق کمزور

ہونا شروع ہو گیا۔ برعظیم میں موجود اسلام پہلے ہی کئی تقسیموں کا حامل تھا مگر قیام پاکستان کے بعد مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف سے ملکی انتخابات میں حصہ لینے کی پالیسی نے پہلے سے موجود فرقہ وارانہ اختلافات کو مزید تقویت فراہم کی چنانچہ پاکستان میں مذہبی سیاسی جماعتوں کی غلط سیاسی حکمت عملی کے نتیجے میں اسلام کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور یوں نفاذ اسلام کی منزل قریب آنے کی بجائے دور سے دور تر ہو گئی ہے۔ تقلید جامد اور فرقہ وارانہ اختلافات نفاذ اسلام کے راستے کی دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقات میں عوام الناس کی نسبت فرقہ وارانہ سوچ کافی کم ہے چنانچہ اسی وجہ سے احیائی تحریکوں کا اسی طبقے میں زیادہ اثر و نفوذ ہوا ہے جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے اس کا دائرہ کار دیوبندی حلقے میں زیادہ وسیع ہے۔ تقلید جامد اور فرقہ واریت کے علاج کے لئے ہمیں قران و سنت کی جانب رجوع کرنا ہو گا۔

تصوف کے میدان میں اگرچہ غیر معمولی انحطاط اور بگاڑ آ چکا ہے تاہم جہاں تک تصوف کے پیش نظر مقاصد کا تعلق ہے وہ صد فی صد درست اور دین ہی کے مقاصد ہیں۔ معرفت ربانی کے حصول کے بغیر ایمان محض ایک "عقیدہ" بن کر رہ جاتا ہے لیکن اگر انسان کو معرفت رب حاصل ہو جائے تو بندگی کا تقاضا پورا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ خالق کائنات کو اس کی تخلیق کے نظام سے پہچاننے والی ہستی انسان ہی ہے۔ ایمان کے بہت سے مراتب اور درجے ہیں۔ چنانچہ ایمان کا پہلا اور اولین درجہ زبانی اقرار ہے جبکہ قلبی یقین ایمان کا دوسرا درجہ ہے۔ ایمان کی بلند ترین منزل کو قرآن کریم نے "احسان" سے تعبیر کیا ہے۔ پہلی سیڑھی کو اسلام دوسری کو ایمان اور تیسری کو احسان قرار دیا گیا ہے۔ یہی مقام درحقیقت محبوبیت رب کی منزل ہے۔

ماضی میں شریعت کے ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد ہی تصوف و سلوک کی منزل آتی تھی‘ صوفیاء کسی ایسے شخص کو اپنا مرید نہیں بناتے تھے جو شریعت کے علوم کی تکمیل نہ کر چکا ہو مگر اب تو شریعت سے بیگانہ اور بے بہرہ لوگوں کو "مسند خلافت" تک عطا کر دی جاتی ہے۔ نفس انسانی کا تزکیہ کر کے اس میں خلوص و اخلاص پیدا کرنا تصوف کا اصل حاصل سمجھا جاتا ہے۔ نفس کو خواہشات کی گرفت سے آزادی دلائے بغیر "اخلاص فی العمل" پیدا کرنا محال ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کی موجودہ احیائی تحریکیں بھی اپنے کارکنوں میں اخلاص فی العمل پیدا کئے بغیر کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گی۔ تاہم ایمان و اخلاص کے حصول کے لئے قرآن مجید کو حرز جان بنانا ہو گا۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیم و تفہیم کے عمل سے وابستہ ہونا ہو گا۔ اپنے ایمان کو تر و تازہ رکھنے اور اس میں گہرائی پیدا کرنے کے لئے قرآن کو بار بار دہرانا اور اسے اپنے اندر اتارنا ہو گا‘ تب جا کر مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکیں گے۔ بندۂ مومن کی اس کیفیت کو علامہ اقبال نے بیان کرتے ہوئے فرمایا

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

چنانچہ اب ایمان کی مسلسل آبیاری اور ایمان کے اعلیٰ ترین درجے "احسان" کے حصول کے لئے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی آیات میں غور و فکر‘ پنج گانہ نماز کی ادائیگی اور دیگر دینی فرائض و واجبات پر عمل پیرا ہو کر تزکیہ نفس کرنا ہو گا۔ تزکیہ نفس یا مخالفت نفس کی اصل ریاضت وہ ہے جو نفس انسانی پر شاق گزرے۔ دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ تہجد کی نماز تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ بھی ہے اور نفس انسانی کو قابو کرنے کا موثر ہتھیار بھی۔

دین کی دعوت و اقامت کی جدوجہد میں عملی شرکت اور وابستگی مخالفت نفس کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ انسان میں سب سے موثر جذبہ بقائے نسل کا ہے جس میں اپنی جان کا تحفظ سرفہرست ہے۔ مگر دعوت الی اللہ اور غلبہ دین حق کی جدوجہد میں شریک ہو کر بندۂ مومن اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی جان کی قربانی تک پیش کر دیتا ہے چنانچہ شہادت کی موت مخالفت نفس کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ دین کی دعوت و اقامت کی جدوجہد میں ثابت قدم رہنا درحقیقت سلوک محمدیؐ کے راستے کے سنگ ہائے میل اور نشانات راہ ہیں۔ خلفائے راشدین اپنے زمانے کے عظیم ترین عارف باللہ‘ صوفی اور درویش تھے۔ چنانچہ خلافت راشدہ کا دور سیاسی و مذہبی قیادت کی وحدت کا نشان تھا۔ مگر دور ملوکیت میں سیاسی اور دینی قیادت میں تفریق کی وجہ سے امت مسلمہ کی قیادت کئی طبقات میں تقسیم ہو گئی۔ مفاد پرست حکمران‘ علمائے سو اور دنیا پرست صوفیاء ہی دین میں موجودہ فساد اور خرابی کے ذمہ دار ہیں۔ خلافت جب رفتہ رفتہ ملوکیت میں تبدیل ہونے لگی تو جہاد فی سبیل اللہ کا مبارک سلسلہ ختم ہو گیا‘ نتیجتاً اس خلاء کی وجہ سے مخالفت و مجاہدہ نفس کے لئے تمام تر زور نفلی عبادتوں‘ ریاضتوں اور مراقبوں پر صرف ہونے لگا۔ یوں غلبہ دین کے لئے سلوک محمدیؐ یعنی جہاد کا راستہ بند ہو گیا اور تزکیہ نفس کی ریاضتیں ہی اصل مقصود بن گئیں۔ چنانچہ ہمیں موجودہ انحراف کی راہ کو چھوڑ کر از سر نو قرآن و سنت اور اسوۂ رسولؐ اور صحابہؓ پر عمل کرتے ہوئے "العود الی البدء" کے اصول کے مصداق اسلام کے دور اول کی جانب رجوع کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ دنیا میں خلافت کا دور لازماً دوبارہ آئے گا جو دور اول میں اختیار کردہ طریقہ کار کو اپنانے ہی سے برپا ہو گا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پورے عالم اسلامی میں کسی ایک ملک میں بھی کامل اسلامی نظام نافذ نہیں ہے‘ البتہ سعودی عرب اور ایران میں جزوی طور پر چند فقہی قوانین اور شرعی سزائیں نافذ ہیں۔ دین حق کے غلبہ اور نظام خلافت کے احیاء کے لئے بھرپور انقلابی جدوجہد کرنا ہر امتی کی اولین ذمہ داری ہے۔

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

جو راہ شہر حبیبؐ خدا کو جاتے ہیں — قدم قدم پہ وہ منظر نئے دکھاتے ہیں
کچھ اس طرح سے سجاتے ہیں شوق کی منزل — پلک پلک پہ چراغ وفا جلاتے ہیں
وہ سرفراز جنہیں کرتے ہیں حضوری سے — سعادتوں کے خزانے سمیٹ لاتے ہیں
دلوں کا سوز‘ غذا روح کی‘ گداز نفس — درِ حضورؐ سے تحفے یہ لے کے آتے ہیں
جو یاد کرتے ہیں خلوت میں منزل طیبہ — سرور و کیف کی دنیا نئی بساتے ہیں
مری نظر میں ہے وہ آستان لطف و کرم — گدا و شاہ جہاں پر صدا لگاتے ہیں
ہیں جن کے بخت میں قرب حضور کے لمحے — زبان اشک سے وہ حال دل سناتے ہیں
وہ ساتھ لاتے ہیں خوشبوئے گلستان نبیؐ — صبا کے جھونکے جو شہر کرم سے آتے ہیں
دلیل لطف و کرم ہے ہر ایک نعت مری — مجھے حضورؐ ہی مضمون نئے سجھاتے ہیں
رسولؐ پاک کی نسبت کا ہیں حسیں مظہر — جو اشک ہیں مرے مدحت میں ڈھلتے جاتے ہیں

ہیں مری نعت میں حافظ مزے حضوری کے
جو شعر پڑھتے ہیں لطف حرم اٹھاتے ہیں

ملک کے عوامی رہنما ہونے کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو اور نواز شریف دونوں نے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا

عدلیہ کے ساتھ محاذ آرائی کے نتیجے میں بھاری مینڈیٹ کی حامل حکومت اور آئین کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا

حکومت نے حالیہ بحران میں پارلیمنٹ کے اختیار کو بھونڈے طریقے سے استعمال کر کے صورتحال کو مزید بگاڑ دیا

بے نظیر بھٹو کو عدلیہ کا احترام ملحوظ خاطر نہ رکھنے کا طعنہ دینے والے خود بے نقاب ہو چکے ہیں

مرزا ایوب بیگ' لاہور

ملک میں سیاسی افراتفری اور بحرانی کیفیت کا ایک کالم نویس سے وہی تعلق ہے جو ایک مریض کا ڈاکٹر سے یا مردے کا گورکن سے۔ جس طرح ایک شریف النفس ڈاکٹر یہ دعا نہیں کر سکتا کہ یا اللہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بیمار کر حالانکہ جب تک مریض اس کے کلینک پر نہیں آئیں گے اس کے گھر کا چولہا نہیں جلے گا اور جس طرح ایک گورکن یہ دعا نہیں کر سکتا کہ یا اللہ اپنی مخلوق کو مار تاکہ میں پیٹ کا دوزخ بھر سکوں بالکل اسی طرح ایک کالم نویس یہ نہیں کہہ سکتا کہ وطن عزیز میں کھینچاتانی' محاذ آرائی بلکہ مار کٹائی کا سلسلہ جاری رہے تاکہ مجھے اپنا اور کالم کا پیٹ بھرنے میں آسانی اور سہولت رہے۔ درحقیقت اگرچہ پاکستان کا شمار شرح خواندگی کے اعتبار سے دنیا کے پسماندہ ترین ممالک میں ہوتا ہے اور صحت کے میدان میں یہاں شہریوں کے لئے سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں اور بنیادی طور پر زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان اناج کی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہے اور صنعتی ممالک میں تو اس کا شمار ہی نہیں ہوتا لیکن تاریخ کو کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مواد مہیا کرنے کے معاملے میں پاکستان دنیا میں سرفہرست ہے اور اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ لہٰذا کالم نویسوں کو موضوعات گھڑنے نہیں پڑتے اور روز بروز نئے اور اچھوتے موضوعات ہمارے سیاسی زعماء' مذہبی قائدین اور مختلف ادارے اور ان سے منسلک افراد مہیا کر دیتے ہیں۔ ہفت روزہ ندائے خلافت میں ملکی معاملات خصوصاً سیاسی حالات کا تجزیہ کرنے کی ذمہ داری جب راقم کے سپرد کی گئی تو یوں محسوس ہوا جیسے سر پر پہاڑ آن گرا ہے' کیونکہ راقم نہ تو صحافت کی ابجد سے واقف تھا' پھر یہ کہ غم روزگار کے سلسلے میں مصروفیت کی صورت ایسی ہے کہ قلمکاری سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں اور نہ ہی صحافیوں' ناقدوں اور دانشوروں کی صحبت نصیب ہو سکی البتہ کبھی کبھی "ندا" اور "ندائے خلافت" میں کچھ لکھنے کا شوق چرا تا تھا اور اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے مرحوم اقتدار احمد کو' وہ بڑی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ جب راقم نے ایک مستقل تجزیہ نگار کی حیثیت سے ہفت روزہ ندائے خلافت میں لکھنا شروع کیا تو بعض رفقاء نے خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی پوچھا کہ کتنے دن اس طرح لکھ سکو گے لیکن اللہ بھلا کرے ان قابل احترام ہستیوں کا جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے کہ وہ تھوک کے حساب سے مواد مہیا کرتے رہتے ہیں جس سے مجھ جیسوں کا بھی قلم رواں دواں ہے۔

اگست کے آغاز میں جب حکومت عدلیہ محاذ آرائی کا آغاز ہی ہوا تھا تو راقم نے ندائے خلافت میں عدلیہ کی ۵۰ سالہ تاریخ پر مختصر سا تبصرہ کیا تھا اور اس میں اس تنازعہ پر بھی کسی قدر روشنی ڈالی تھی اور خیال تھا کہ اتنا ہی کفایت کرے گا' لیکن اس بحران نے جتنی شدت اختیار کی بلکہ صحیح ترین الفاظ میں یہ بحران اس قدر سنگین ہوا کہ نہ صرف بھاری مینڈیٹ کی حامل مسلم لیگ کی حکومت خطرہ میں نظر آنے لگی بلکہ آئین کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جس تنازعہ سے آئین کی جان پر بن گئی تھی اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان سجاد علی شاہ نے ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء کے اپنے فیصلے کی روشنی میں حکومت پاکستان کو پانچ ججوں کو سپریم کورٹ بھیجنے کی سفارش کی۔ ان میں تین مختلف ہائی کورٹس کے چیف جسٹس اور دو جج شامل تھے۔ سپریم کورٹ میں اس وقت تک کل بارہ جج تھے۔ ان پانچ کے اضافے سے ان کی کل تعداد سترہ ہو جاتی تھی۔ حکومت نے ان سفارشات کے وصول ہونے کے اگلے ہی دن صدر کو ایک سمری بھیج دی کہ سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد بارہ ہو گی۔ صدر نے اس سمری پر دستخط ثبت کر دیئے' بالفاظ دیگر چیف جسٹس نے جو سپریم کورٹ میں پانچ مزید ججوں کی سفارشات بھیجی تھیں وہ بے معنی ہو گئیں کیونکہ سپریم کورٹ میں پہلے ہی بارہ جج تھے۔ اس صدارتی حکم نامے کے بعد اب ان کی تعداد میں مزید اضافہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اندرون خانہ خبر یہ تھی کہ حکومت کو ججوں کی تعداد پر اعتراض نہیں تھا بلکہ اصل معاملہ یہ تھا کہ ان پانچ میں سے دو جج جسٹس منیر اے شیخ اور جسٹس عارف حکومت کو کسی صورت قبول نہیں تھے کیونکہ ایک نے بے نظیر کے دور میں وزیراعظم کے والد میاں شریف کی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی تھی اور دوسرے نے اسی دور میں شریف فیملی کے فارن ایکسچینج اکاؤنٹس کی چھان پھٹک کی تھی۔ اس خبر کو حکومت کے اس اعلان نے درست ثابت کر دیا کہ حکومت ججوں کی تعداد بارہ مقرر کرنے کا نوٹیفکیشن واپس لیتی ہے' سپریم کورٹ چاہے تو تین ججوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں حکومت نے یہ بھی کہا کہ ان دو ججوں کو رخصت پر بھیج دیا جائے۔ چیف جسٹس نے تمام فارمولے مسترد کر دیئے اور کہا کہ ان کا موقف اصولی ہے لہٰذا وہ اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اسی اثناء میں چیف جسٹس نے ان تمام مقدمات کی فوری سماعت شروع کر دی جو مختلف افراد نے نواز شریف کے خلاف دائر کئے ہوئے تھے اور جو اگر درست ثابت ہو جائیں تو نواز شریف قومی اسمبلی کی رکنیت کے اہل نہیں رہتے۔ یعنی فریقین نے پنجابی کے اس ضرب المثل کے مطابق کہ "لسی تے لڑائی جنی مرضی وداھالو"۔ یعنی (لسی اور لڑائی جتنی چاہو بڑھالو) یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد معین نہیں کی گئی اور یہ کام پارلیمنٹ کے سپرد کیا گیا

لیکن حکومت نے پارلیمنٹ کے اس اختیار کو جس بھونڈے انداز سے استعمال کرنے کی کوشش کی اس نے صورتحال میں بگاڑ پیدا کر دیا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق حکومت نے چیف جسٹس کی تمام سفارشات من و عن قبول کر لی ہیں اور پارلیمنٹ کے ذریعے سپریم کورٹ کے ججوں کی کل تعداد سترہ حتمی طور پر طے کر دی ہے اور وہی پانچ جج سپریم کورٹ کو مہیا کر دیئے ہیں جن کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ لیکن حکومت نے یہ سب کچھ باعزت طریقے سے نہیں کیا بلکہ عدلیہ کو زیر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ وہ قومی اسمبلی کا اجلاس بلا چکی تھی تاکہ کوئی آئینی ترمیم کر کے عدلیہ کے اختیارات کم کئے جائیں یا کم از کم چیف جسٹس سے نجات حاصل کر لے کیونکہ یہ تنازعہ اب ایک اصولی تنازعہ نہیں رہا تھا بلکہ شخصیات کا ٹکراؤ بن چکا تھا۔ لیکن چیف جسٹس نے چودھویں ترمیم کو معطل کر کے یہ اشارہ دے دیا کہ وہ کسی آئینی ترمیم کو بھی معطل یا کالعدم قرار دے سکتے ہیں۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ عام تاثر صریحاً غلط ہے کہ چودھویں ترمیم کو اس لئے ختم کیا گیا تاکہ مسلم لیگ کے ارکان کی قیادت سے وفاداریاں ختم کی جا سکیں بلکہ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ عدلیہ چونکہ کسی بھی آئینی ترمیم کو ختم کر سکتی ہے لہٰذا مزید کسی آئینی ترمیم کا حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا چنانچہ حکومت کے پاس جھک جانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ رہا ہی نہیں تھا۔ بالالفاظ دیگر فریقین نے ذات کو قوم اور ملک کے مفاد پر ترجیح دی اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کو تمسخر اڑانے کا موقع مہیا کیا۔

پاکستان نے آزادی کے بعد دو ایسے لیڈر پیدا کئے جنہیں صحیح معنوں میں پرجوش عوامی حمایت حاصل تھی اور وہ خود کو عوامی رہنما کہلوانے میں حق بجانب تھے۔ پہلے پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو تھے اور دوسرے میاں محمد نواز شریف ہیں جن کا تعلق پاکستان مسلم لیگ سے ہے۔ لیکن بدقسمتی سے دونوں نے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا۔ ذوالفقار علی بھٹو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ایوب خان کی دریافت تھے۔ انہیں ایوب خان کی مکمل سرپرستی حاصل تھی اور وہ انہیں ڈیڈی کہتے تھے۔ میاں محمد نواز شریف کی سیاسی ولادت مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہوئی اور وہ ضیاء الحق کے ایسے شاگرد رشید بنے کہ ضیاء الحق نے انہیں دعا دی کہ اے اللہ میری عمر بھی میاں نواز شریف کو لگا دے (ان کی یہ دعا اخبارات میں بھی شائع ہوئی تھی)۔ موروثی طور پر منتقل ہونے والے جینز اور ماحولیاتی اثرات کسی انسان کی شخصیت سازی میں اصل اور مرکزی رول ادا کرتے ہیں۔ سیاست کے میدان میں دونوں کا جنم اور کم از کم ابتدائی ماحول اور گرد و پیش خالصتاً اور ٹھیٹھ آمریت کی بدترین صورت میں تھا۔ لہٰذا باوجود اس کے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کو متفقہ طور پر منظور کرایا اور یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ تھا لیکن بعد میں اس کو موم کی ناک بنا لیا اور خود سری کے انداز میں اور یک طرفہ طور پر اس میں سات ترامیم کر ڈالیں۔ جن میں سے پانچویں ترمیم عدلیہ کے بارے میں تھی۔ اس ترمیم کا بل ۲ ستمبر ۱۹۷۶ء کو پیش کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ "ہائیکورٹ غیر معمولی اختیارات کے تحت عبوری ضمانت کا حکم جاری نہیں کر سکے گی۔ ججوں کو کسی بھی ہائیکورٹ میں تبدیل کیا جا سکے گا۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی معیاد ملازمت پانچ برس اور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کی چار برس ہو گی۔ حکومت کے بنائے ہوئے کسی قانون یا قاعدے کو بنیادی حقوق سے متصادم ہونے کی صورت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا"۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے اس ترمیم کی پہلی خواندگی پر بحث ختم کرتے ہوئے کہا "پارلیمانی جمہوریت میں مقننہ اعلیٰ ترین ادارہ ہوتی ہے۔ یہ اصول صرف پاکستان میں ہی کارفرما نہیں بلکہ دنیا کے ہر اس ملک میں رائج ہے جہاں پارلیمانی جمہوریت ہے۔ اگر یہ ایوان چاہے تو نہ صرف آئین میں تبدیلیاں کر سکتا ہے بلکہ سرے سے نیا آئین بھی دے سکتا ہے"۔ انہوں نے کہا کہ "آرٹیکل ۱۷۵ میں عدلیہ کی حیثیت کا واضح تعین کر دیا گیا ہے۔ عدلیہ کو بھی قانون ہی کے تابع رہنا ہے۔ عدلیہ کی آزادی کا مطلب عدلیہ کی بالادستی نہیں۔ بالادستی صرف اس ایوان اور ملک کے عوام کو حاصل ہے۔ عدلیہ مقننہ نہیں بن سکتی"۔

۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں جب عدلیہ نے ایک تاریخی فیصلے کے ذریعے اپنی آزادی کا اعلان کیا تو میاں نواز شریف جو اس وقت اپوزیشن لیڈر تھے' نے اس فیصلے پر اپنے ہاتھوں سے ماڈل ٹاؤن میں لڈو بانٹے اور بے نظیر بھٹو کو عدلیہ کا احترام نہ کرنے کا طعنہ دیا۔ اس اظہار خوشی کا اور عدلیہ کے احترام کا ایڈووکیٹ ہونے کی حیثیت سے میاں نواز شریف کا برسر اقتدار آتے ہی پہلا قدم یہ ہونا چاہئے تھا کہ جہاں انہوں نے پارلیمانی جمہوریت کو مستحکم کرنے کے لئے 58-II-B کا خاتمہ کیا تھا وہاں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے ہاتھوں ہونے والی پانچویں ترمیم کو جس نے عدلیہ کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اسے بھی حرف غلط کی طرح مٹا دیتے لیکن آج میاں نواز شریف اپنے بیانات کے حوالے سے ذوالفقار علی بھٹو کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے کھڑے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں عدلیہ کے بارے میں ذوالفقار علی بھٹو کے بیانات اور ۱۹۹۷ء میں نواز شریف کے عدلیہ کے بارے میں بیانات دو نہیں ایک ہی شخص کے محسوس ہوتے ہیں اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے آج کل کے بیانات نواز شریف کے بحیثیت اپوزیشن لیڈر کے بیانات کے بالکل مشابہ ہیں یعنی ہمارے لیڈر نہیں بولتے ان کے ذاتی اور سیاسی مفادات بولتے ہیں۔ شدید ترین اختلافات کے باوجود منصب بدل جانے سے ان کا موقف ایک ہو جاتا ہے۔

ہمارے یہ دونوں عوامی لیڈر جب زبردست مینڈیٹ لے کر تخت حکومت پر متمکن ہوئے تو اسمبلیوں میں انہیں ننھی منی اپوزیشن کا سامنا تھا چنانچہ ہمارے یہ عوامی اور جمہوری لیڈر جن کی سیاسی ولادت بھی آمریت کی کوکھ سے ہوئی تھی اور آمریت ہی کی نرسری میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی' اپنے اصل روپ میں ظاہر ہو گئے اور تمام تر ریاستی اختیارات کو نگلنے کی کوششیں کرنا شروع کر دیں۔ دونوں آج کے جمہوری دور کے تیز بہاؤ کا ادراک کرنے میں ناکام رہے۔ اسمبلیوں کے اندر اپوزیشن کو سختی سے دبا دینے اور اپنے ساتھیوں کے ہونٹ جبراً سیل کر دینے کا نتیجہ بھٹو دور میں یہ نکلا کہ مذہبی عناصر اسمبلی سے باہر متحد ہو گئے' انہوں نے اپنی ایجی ٹیشن بھٹو تحریک پر نظام مصطفیٰ کا لیبل چسپاں کیا اور عوام کے جذبات سے معاملے کو اس حد تک پہنچا دیا کہ جنرل ضیاء الحق کو مارشل لاء لگا کر سب کچھ سمیٹ لینے کا جواز مہیا کر دیا۔ میاں نواز شریف نے اقتدار میں آتے ہی اپنی ذات میں اختیارات کے ارتکاز کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اور بیگانے چھوڑ اپنوں کے ہونٹوں پر بھی پہرے لگا دیئے تھے جس سے حبس کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی' عدالتی فعالیت (Judicial Activism) اس کا منطقی نتیجہ تھا۔

سوال یہ ہے کہ ججوں کے بارے میں چیف جسٹس کی سفارشات قبول کر لینے سے کیا میاں نواز شریف کے خلاف نااہلی کے مقدمات ختم ہو جائیں گے اور کیا یہ سب کچھ ایک معاہدے کے تحت طے پایا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ملک کی اس سے بڑی اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ عدالت عظمیٰ کی اعلیٰ ترین شخصیت ذاتی فتح حاصل کرنے کے لئے سودے بازی کرے۔ یہ سوچ ہی وحشت پیدا کر دیتی ہے۔ ان مقدمات کا میرٹ پر کچھ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے لیکن ہر دو صورتوں میں خیر برآمد ہوتی نظر نہیں آتی۔ تمام مقدمات کے فیصلے اگر میاں نواز شریف کے حق میں ہوئے تو یار لوگ اسے سودے بازی قرار دیں گے اور اگر کسی مقدمہ میں میاں نواز شریف نااہل قرار پائے تو ایک اور سیاسی طوفان برپا ہو جائے گا لہٰذا کبھی بحران پھر طوفان اور کبھی طوفان پھر بحران کا یہ سلسلہ پچاس سال سے جاری ہے اور شاید اسی کی گولڈن جوبلی منائی جا رہی ہے۔ تجزیہ نگار کی حیثیت سے راقم مطمئن ہے البتہ آئندہ نسل کے بارے میں متفکر ہے جو پہلے ہی کتاب کی بجائے کلاشنکوف ہاتھ میں تھام چکی ہے کہ وہ تاریخ کی اتنی ضخیم کتاب کا بوجھ کیسے اٹھائے گی۔

سودی نظام مالیات کے نتیجے میں ساری انسانیت لٹیروں کی بستی بن جاتی ہے

سود ایک ایسے اقتصادی نظام کی شے ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مقاصد و اخلاق کی کوئی گنجائش نہیں

اسلام نے سود کی برائیاں اور اس کے مفاسد بیان کرنے میں سخت تعبیرات استعمال کی ہیں

سود کی مذمت میں وارد شدہ آیات قرآنی کی تشریح' مصر کے نامور عالم دین سید قطب شہید کے قلم سے۔ ماخوذ از : فی ظلال القرآن

"جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود جیسی چیز ہے حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خوری سے باز آجائے' اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے جو اس حکم کے بعد پھر اس کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سود کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔ اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ماننے والے ہو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کر لو تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔ (البقرہ : ۲۷۵ تا ۲۷۹)

زیر بحث آیات میں سود کا بیان ہے جو کسی بھی معاشرے کی اقتصادیات کا بدترین عنصر' کنجوسی و لالچ' گندگی و نجاست اور خود پرستی و مفاد پرستی کا حامل ہوتا ہے۔ صدقہ و خیرات میں انسان اپنا مال بغیر کسی بدلے اور معاوضے کے خالصتاً اللہ کے لئے دیتا ہے جبکہ سود میں قرض دے کر اس پر مزید اضافہ لیا جاتا ہے جو یا تو قرضدار (مقروض) کی محنت کا حصہ ہوتا ہے جبکہ وہ شخص کی گئی تجارت میں کامیاب رہا ہو' ورنہ اس کا اپنا خون ہوتا ہے جبکہ اسے تجارت میں نقصان ہوا ہو۔ یا اس نے قرض اپنی ذاتی و گھریلو ضروریات کے لئے لیا ہو چنانچہ اس لئے سود صدقہ و خیرات کے بالمقابل تصویر کا سیاہ ترین رخ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے صدقات کے فوراً بعد سود کا بیان فرمایا تاکہ اس کی برائیاں بالکل واضح ہو جائیں اور معلوم ہو جائے کہ سود انسانی معاشرے میں کس قدر فساد عظیم اور ہلاکت کا موجب ہوتا ہے جو درحقیقت زوال انسانیت ہی کا دوسرا نام ہے۔

اسلام نے امور جاہلیت میں سے کسی بھی معاملے میں اس قدر شدت' زور اور تاکید سے کام نہیں لیا جس قدر سود کی برائیاں' اس کے مفاسد اور اس کی معاشرتی تباہیاں بیان کرنے میں شدید سے شدید تعبیرات استعمال کی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں اگرچہ سود کی برائیاں اور اس کے مفاسد ہر طرف پھیلے ہوئے تھے مگر پھر بھی سود کی کالک (سیاہی) جاہلی معاشرے کے چہرے پر اس قدر ملی ہوئی نہ تھی جس قدر کالک سود نے آج کے مہذب و ماڈرن معاشرے کے چہرے پر مل دی ہے۔ اس لئے سود کے خلاف قرآن کریم میں بیان کردہ شدید تاکیدات کی حکمت جس قدر آج واضح ہوتی ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ کیونکہ دور جدید کا اقتصادی و مالیاتی نظام اور دنیائے جدید کی عملی اور واقعی صورتحال آج قرآن کریم کی ان آیات کی حرف بحرف تصدیق کر رہی ہے۔

آج انسانیت سودی نظام میں سرتاپا ڈوبی ہوئی سودی نظام کی مصیبتوں سے دوچار ہے جس کی وجہ سے انسانیت اخلاقی دیوالیہ پن' دینی انحطاط' جسمانی زوال اور اقتصادی بدحالی میں بری طرح گرفتار ہے۔ گویا پوری انسانیت خدا سے جنگ کر رہی ہے اور یوں خدائی عذاب قوموں اور ملکوں پر مسلط ہو چکا ہے۔

اسلام کے نزدیک اس دنیا میں انسانوں کو جو بھی رزق مل رہا ہے وہ ان کی ملکیت نہیں ہے' بلکہ وہ اس کے امین ہیں جسے وہ حدود الٰہی کے تحت کام میں لانے کے پابند ہیں۔ سود بنیادی طور پر ایمانی تصورات سے متصادم ہے اور ایک ایسے اقتصادی نظام کی شے ہے جس میں ذات الٰہی کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور جس میں ان مقاصد و اخلاق کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ بلکہ سودی نظام کی بنیاد ہی اس تصور پر مبنی ہے کہ انسان اور خالق انسان میں کوئی تعلق موجود نہیں ہے اور انسان ہی کلی طور پر اس زمین کا مالک ہے۔ اسی لئے مادہ پرستانہ نظام ہر شخص کو کھلی اجازت دیتا ہے کہ حصول دولت کے جو ذرائع وہ چاہے اختیار کرے اور دولت کی افزائش ہر طریقے سے کرے اور جہاں اور جس طرح چاہے اسے خرچ کرے۔ چاہے حصول دولت کے اس عمل سے انسانوں کو کیسی ہی تکالیف و پریشانیوں کا سامنا ہو جس سے لوگوں کی اکثریت غربت و کسمپرسی کی حالت میں غیر انسانی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اگرچہ جدید دنیا میں فرد کی آزادی کو محدود و پابند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہیں منافع کی شرح کا تعین کر کے اور کہیں لوٹ مار' دھوکہ دہی اور دغابازی کی روک تھام کے ذریعے سے ___ مگر یہ حدود و قیود خود قانون ساز اداروں کے اراکین اپنے مفادات کے تحفظ اور اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل ہی کے لئے بنائے ہیں' اس لئے ان قوانین و ضوابط کا فائدہ عوام الناس تک نہیں پہنچتا اس لئے یہ قوانین بے کار و لاحاصل ہیں۔

سودی نظام معیشت کی بنیاد میں یہ تصور موجود ہے کہ انسان کا اصل اور حقیقی مقصد دولت کا حصول اور اس کے ذریعے سے اپنی جائز و ناجائز آرزوؤں کی تکمیل ہے اس لئے آج ساری انسانیت دیوانہ وار دولت کے پیچھے دوڑی چلی جا رہی ہے جس کے قدموں تلے انسانیت کا ہر مفاد اور ہر قدر پامال ہو رہی ہے۔ چنانچہ اسی سودی نظام مالیات کے نتیجے میں ساری انسانیت لٹیروں کی بستی بن کر رہ جاتی ہے اور تمام افراد و اقوام اور ملک چند سود خوروں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ انسانیت اخلاقی' نفسیاتی اور اعصابی دیوالیہ پن کا شکار ہو جاتی ہے جس سے سرمائے کی آزادانہ گردش میں خلل و رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ساری دنیا کا سیاسی اقتدار سمٹ کر چند ایسے سرمایہ دار سود خوروں کے ہاتھوں میں آجاتا ہے جو دنیا کی بدترین اور ظالم ترین مخلوق ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو افراد کو انفرادی طور پر اور

اقوام و ممالک کو اجتماعی طور پر قرضے جاری کرتے ہیں اور پوری دنیا کے انسانوں کی خون پسینے کی کمائی سود کی صورت میں ان کی بے رحم تجوریوں میں پہنچتی رہتی ہے۔ سود خوروں کا یہ گروہ صرف سرمائے اور دولت ہی کا مالک نہیں ہوتا بلکہ دنیا کے اقتدار میں بڑے اثر و نفوذ کا مالک ہوتا ہے۔ چونکہ یہ گروہ اصول' اخلاق' مذہب اور انسانیت سے لاتعلق ہوتا ہے اس لئے سیاسی اقتدار کے زور سے ایسے افکار و تصورات اور قواعد و قوانین کو رواج دیتا اور روبہ عمل لاتا ہے جسکی مدد سے استحصال کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ ظالم طبقہ جنسی انارکی کے ذریعے سے لوگوں کے اخلاق تباہ کرتا ہے اور انسانیت کو لذتوں' خواہشوں اور شہوتوں کی گہری کھائیوں میں دھکیل دیتا ہے تاکہ یہ مجبور و مقہور لوگ اپنی پونجی میں پڑا ہوا آخری پیسہ تک ان سرمایہ دار سود خوروں کی طرف اچھال دیں۔ آج اس منظم مگر ظالم ٹولے کی گرفت ساری دنیا کی اقتصادیات پر اس قدر گہری اور مضبوط ہے کہ پوری دنیا کی اقتصادیات انہی ڈاکوؤں کے مفادات کی تکمیل کرتی ہے۔ چاہے دنیا کی منڈیوں میں کساد بازاری کے کیسے ہی ہولناک چکر آتے رہیں انہیں اس سے کوئی بحث نہیں' وہ تو ساری دنیا کی دولت اور اس کے بہاؤ کو اپنے ہی ہاتھوں کی طرف موڑنے پر لگے ہوئے ہیں۔

آج سود خوروں کا یہ ٹولہ اپنی بے پناہ قوت و طاقت کی بنا پر مجلات' اخبارات' ریڈیو' ٹیلی ویژن' سینما' وی سی آر اور تعلیم گاہوں' غرض تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اس بات پر قادر ہو گیا کہ ان مسکین و مفلوک الحال عوام کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دے کہ سودی نظام ہی ایک معقول نظام ہے۔ حالانکہ وہ اکثریت کا خون چوس رہا ہوتا ہے جبکہ سود انسانیت کے لئے ایک بدترین لعنت کا طوق ہے۔ جس سماج میں انسانیت سودی نظام کے تحت زندگی بسر کرتی ہے وہاں اسلام کا کوئی وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ خواہ علماء دین کتنے ہی فتوے دیتے رہیں اور کتنی تبلیغ و تلقین کرتے رہیں۔ سودی نظام معیشت انسانی سعادت پر ڈاکے ڈالتا ہے اور انسان کے مزاج میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے اس جدید و مہذب دور میں سرمایہ کاری کا بہاؤ عریاں فلموں' گندی صحافت' رقص گاہوں' کلبوں اور ہوٹلوں کی جانب ہو چکا ہے' جو انسانی اخلاق کے لئے تباہ کن ہیں لیکن اگر امت مسلمہ پاک و صاف اور حقیقی عزم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو اور عالمی و علاقائی اور مقامی سود خوروں کے ٹولے سے نجات حاصل کرے تو اسلام کا غیر سودی نظام برپا ہو سکتا ہے جو انسانیت کی فلاح اور نشوونما کا ضامن ہے۔

جس طرح قدیم زمانے میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو اسلام نے صراط مستقیم پر گامزن کیا تھا' اسی طرح آج بھی بھٹکی ہوئی انسانیت کو صرف اور صرف اسلام ہی راہ راست پر لا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات کا مخاطب صرف سود خور طبقہ ہی نہیں بلکہ وہ تمام معاشرے مخاطب ہیں جہاں سود ایک اقتصادی نظام زر کی صورت میں موجود ہو۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' موکل' گواہ اور کاتب سب پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ وہ سارا معاشرہ ملعون اور خدا سے جنگ کی دھمکی کا مخاطب ہے اور اس کی جملہ رحمتوں سے دھتکارا ہوا ہے۔ اس سودی سماج کے لوگوں کی زندگیوں میں کوئی رحت و اطمینان اور چین و سکون موجود نہیں ہوتا۔

آج سے چار سو سال قبل جب سرمایہ داری نظام ابھر رہا تھا' اس وقت سود کی ہلاکت خیزی میں ہو سکتا ہے کسی کو شبہ ہو مگر ماضی کے طویل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ فی الواقع سود انسانیت کے لئے ایک بدترین لعنت ہے۔

آج کی دنیا حیرت و اضطراب کی دنیا ہے' قلق و پریشانی کی دنیا ہے اور عصبی ہیجان اور نفسیاتی امراض کی دنیا ہے۔ باوجود اس کہ ہر طرف مادی ترقی کا شور ہے اور انسانی زندگی کو گوناگوں آسائشیں حاصل ہیں مگر آج کی دنیا جنگوں کی سلگتی ہوئی آگ میں کروٹیں لے رہی ہے۔ کہیں سرد اور کہیں گرم جنگ برپا ہے جبکہ عالمی ایٹمی جنگ کا خطرہ ہر وقت کرانسانیت کیسر پر تلوار کی طرح لٹکا ہوا ہے۔

جدید مادی آسائشوں اور سہولیات سے بھی انسانیت کو حقیقی خوشی اور سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو سکا ہے' بیزاری' اکتاہٹ اور انسان دشمنی ان کی زندگیوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ اس بیزاری و اکتاہٹ سے فرار حاصل کرنے کے لئے انسان دھوم دھڑکا اور شور و ہنگاموں میں پناہ لیتے ہیں۔ نفسیاتی اور جنسی کجرویوں سے دوچار ہوتے ہیں اور بالآخر زندگی کا یہ کھوکھلا پن انہیں پاگل پن اور خود کشی کی جانب لے جاتا ہے۔ یہ سب کچھ آخر کیوں ہے؟ اس لئے کہ سود انسان کی اقتصادی زندگی پر مسلط ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی جدوجہد اور محنت و کاوش کے تمام ثمرات انسانیت تک نہیں پہنچ پاتے بلکہ تمام فوائد و ثمرات ان سود خوروں کو مل جاتے ہیں جو بڑے بڑے بینکوں میں بیٹھے ہوئے اپنے یقینی فائدوں کو سامنے رکھ کر صنعت و تجارت کے لئے سودی قرضے جاری کرتے ہیں اور صنعت و تجارت کو ان راستوں پر چلا رہے ہیں۔ جن راستوں پر چلنے سے ان کا مفاد وابستہ ہے تاکہ لاکھوں انسانوں کو محروم رکھ کر اور کروڑوں انسانوں کو ایک ایک لقمے کے لئے ترسا کر وہ اپنے خزانوں اور تجوریوں میں زیادہ سے زیادہ سرمائے اور دولت کا ارتکاز کر سکیں اور ساری انسانیت کو سوائے قلق و اضطراب اور محرومی و بے چینی کے کچھ ہاتھ نہ آئے۔

آج کی انسانیت بلاشبہ قرآن حکیم کے اس قول فیصل کی منہ بولتی تصویر ہے: "جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے' جسے شیطان نے چھو کر باؤلا (پاگل) کر دیا ہو۔" رسول اللہ ﷺ کے دور میں سود خوروں نے سود کی حرمت پر یہ کہہ کر اعتراض کیا تھا کہ سود کو کیوں حرام قرار دیا اور تجارت کو کیوں حلال قرار دیا حالانکہ سودا منافع پر بیچنا اور سود لینا یکساں بات ہے ـــــ اسلام کے نزدیک ہر وہ معاملہ تجارت جس میں نفع کی ضمانت ہو اور وہ نفع مقرر ہو' سود کی تعریف میں آتا ہے اور حرام ہے' جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا صاف فرما دیا کہ سود کی حرمت سے پہلے تک جو کچھ وہ کر چکا اسی پر رک جائے اور آئندہ کے لئے سودی لین دین سے توبہ کرے ورنہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ جو سماج بھی سودی نظام معیشت پر چلتا ہے اس سماج میں کوئی برکت' سہولت' خوشی' امن اور اطمینان نہیں پایا جاتا بلکہ اس سماج میں جن میں سود کی گندگی موجود ہو قحط بدامنی اور بدبختی مسلط کر دیتا ہے۔

وہ ممالک جو دولت کی فراوانی اور کثرت پیداوار سے مالا مال ہیں' انہی ممالک میں سب سے زیادہ بے چینی' اضطراب اور نفسیاتی الجھنیں پائی جاتی ہیں اور وہاں سے یہ نفسیاتی بیماریاں ساری دنیا میں پھیل رہی ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ ساری دنیا سرد جنگ کے دباؤ کا شکار ہے اور ایٹمی جنگ کا خوف دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور مال' عمر اور صحت کی برکت ختم اور قلب کا اطمینان رخصت ہو چکا ہے۔

اللہ سبحانہ' اس معاشرے کے لوگوں کے مال اور رزق میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس سماج کے لوگوں کو صحت و قوت اور اطمینان و سکون بہم پہنچاتا ہے جو معاشرہ صدقات و خیرات میں موجود باہمی کفالت و تعاون کی بنیاد پر چلتا ہے۔ جس سماج میں لوگ ہمہ وقت خدا کے فضل اور ثواب کے منتظر رہتے ہیں اور مدد الٰہی اور اس کی رحمت و برکت پر اطمینان و ایمان رکھتے ہیں۔

یہ انجام قطعی ان کافروں اور گنہگاروں کا ہے جو سود کے حرام ہونے کے باوجود سودی معاملات جاری رکھتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے عمل سے حرام کو حلال کر دے اس پر کفر اور گناہ کا وصف ضرور صادق آتا ہے خواہ وہ دن میں ایک ہزار مرتبہ کلمہ کی تسبیح پڑھتا رہے' کیونکہ اسلام صرف زبانی اعتراف کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' نظام زندگی ہے اور اس کے کسی جز کا انکار سارے اسلام کا انکار کر دینا ہے۔ سود کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے سود کو عملاً اور عمداً حلال قرار دے لینا اور اس کی اساس پر اقتصادی نظام استوار کر لینا یقیناً کفر

ہے اس لئے آج سودی سماج تباہی کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے افراد بے راہ روی و گمراہی اور قلق و اضطراب کا شکار ہیں۔

زیر بحث آیات میں ایمان کو اس بات پر معلق و موقوف کردیا گیا ہے کہ خدا سے ڈر کر باقی ماندہ سود چھوڑ دیا جائے وگرنہ وہ مومن نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اطاعت الٰہی بھی نہ کرے بلکہ اس کی مخالفت کرے اور پھر بھی وہ مومن و مسلم ہی رہے۔ جو لوگ دین کے اعتقاد اور دین پر عمل میں فرق روا رکھتے ہیں وہ ہرگز مومن نہیں' خواہ وہ اپنی زبان سے کتنا ہی اعتراف کیوں نہ کریں اور خواہ وہ عبادت و ریاضت ہی میں کیوں نہ لگے رہیں۔ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے جو سودی لین دین ہو چکا اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیا گیا کیونکہ قانون اسی وقت سے نافذ ہوتا ہے جب وہ وجود میں آتا ہے اس اصول پر عمل کرکے اسلام نے معاشرے کو اقتصادی و اجتماعی بحران سے محفوظ کردیا اور یہ ایک ایسا قانون و اصول ہے جو اب کہیں جاکر جدید دنیاوی قوانین میں جگہ پا سکا ہے۔

آیت کا زیر بحث حصہ تو ترغیب و تشویق پر مشتمل تھا جبکہ اگلا حصہ شدید قسم کی وعید و ترہیب پر مشتمل ہے۔ سودی کاروبار اور نظام معیشت نہ چھوڑنے والے خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اللہ اور رسولؐ سے جنگ! جس کا انجام معلوم اور نتیجہ مقرر ہے۔ کمزور انسان خداوند قدوس کے بالمقابل کہاں کھڑا ہو سکتا ہے! یہ جنگ ہر اس معاشرے کے خلاف ہے جس کے اقتصادی اور اجتماعی نظام کی بنیاد سود پر قائم ہو۔ یہ جنگ انسانی اعصاب اور قلوب کے خلاف ہے' یہ جنگ برکت و سہولت کے خلاف ہے' یہ جنگ لوٹ کھسوٹ' خوف و اضطراب کی جنگ ہے جس کے نتیجے میں قومیں اور حکومتیں برسرپیکار ہو کر ایک دوسرے کو مٹانے کی فکر میں ہیں' کیونکہ عالمی سود خور سرمایہ دار بالواسطہ یا بلاواسطہ ان جنگوں کو بھڑکاتے رہتے ہیں۔ پھر شکار پر لپکتے ہیں اور اپنا اپنا حصہ وصول کرنے کرنے کے لئے جنگ کے شعلے بھڑکا دیتے ہیں اور اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے' ٹیکس بڑھاتے چلے جاتے ہیں' جن سے عام استعمال کی اشیاء بہت مہنگی ہوتی چلی جاتی ہیں اور محنت کش عوام کی اکثریت میں بے چینی و ناراضگی پھیل جاتی ہے اور پھر وہ دہشت پسند تحریکوں میں شامل ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں فتنہ و فساد جنم لیتا ہے' اخلاق ملیامیٹ ہو جاتے ہیں' خواہشوں کا الاؤ دہک اٹھتا ہے اور انسانیت تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور یہ جنگ ہر وقت بھڑکتی رہتی ہے' کیونکہ یہ وہ جنگ ہے جو اللہ سبحانہ نے سود خوروں کے خلاف بھڑکائی ہے۔ یہ جنگ گمراہ انسانیت کا تمام اثاثہ نگلتی جا رہی ہے حالانکہ انسانیت کارخانوں سے پیداوار کے ڈھیر نکلتے دیکھ کر سمجھ رہی ہے کہ وہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ مگرچونکہ اس ساری پیداوار کا سرچشمہ سود ہے جو انسانیت کا گلا گھونٹ رہا ہے اور عملاً سارے انسانی وسائل ایک ایسے سود خور ٹولے کی گرفت میں آگئے ہیں جسے انسانی آلام اور مصائب کا احساس تک نہیں ہے۔ اس لئے اسلام انسانیت کو ایک پاکیزہ چشمے کی طرف بلاتا ہے۔ لوگوں کو بداعمالیوں سے توبہ کی نصیحت کرتا ہے اور کسی کو کسی پر ظلم کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔ یہ توبہ ہے اس لغزش و کوتاہی سے جو جاہلی نظام میں رہتے ہوئے سرزد ہو گئی ہو' جبکہ جاہلیت کسی مخصوص دور یا نظام سے متعلق نہیں ہے بلکہ جاہلیت درحقیقت اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے بھٹک جانے کا نام ہے اور یہ وہ لغزش و کوتاہی ہے جو انسانوں کے شعور و جذبات' اخلاق و عادات رسوم و رواجات پر اثر انداز ہوتی ہے اور اقتصادیات انسان کو تباہ کردیتی ہے حالانکہ ہر سود خور یہی فریب دینے کی کوشش کرتا ہے کہ سود ہی اقتصادی ترقی کی واحد اساس ہے۔

بہرحال اگر لوگ اسلام کے اقتصادی نظام کو تہ دل سے اپنالیں اور تلاش رزق کے پاکیزہ ذرائع اختیار کرلیں تو وہ سودی معیشت سے پھیلی ہوئی قابل نفرت برائیوں سے بچ سکتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو باہمی کفالت اور تعاون و ہمدردی کی خوشگوار فضا میں نشوونما دے سکتے ہیں۔ بخل' طمع' لالچ اور خواہشوں کے سلگتے ہوئے الاؤ سے نکل کر اسلام کے سایہ دار و ثمردار درخت کے نیچے پناہ لے سکتے ہیں اور ایسے سود خوروں سے بچ سکتے ہیں جو دنیا کے ہر کونے میں شکار کی تلاش میں گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ روٹی' کپڑے' دوائی' تعلیم' شادی اور اپنے مردوں کو دفنانے کے لئے ان کے پاس آئیں اور سودی قرضے حاصل کریں۔ اس طرح ہر وحشی سود خور ان کو نرم چارہ سمجھتے ہوئے ان پر مکروہ ظلم کا جال پھینکتا ہے البتہ یہ سود خور پرآرائش دفتروں میں لچکیلی کرسیوں میں بیٹھ کر اقتصادی نظریات کے انبار لگاتے ہیں۔ ایسے ہی ظالموں اور جفاکاروں کی مدد کے لئے فنی کتب کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ درس گاہوں کے اساتذہ ان ہی کے حق میں تحقیق و تصنیف میں لگے ہوئے ہیں۔ دستور ساز اسمبلیاں' عدالتیں' فوج' پولیس اور حکومت کے یہ سب ادارے انہی ظالموں کو تحفظ دیتے ہیں اور ان کے مکروہ جرائم پر پردہ ڈالتے ہیں اور سود خواری اور قمار بازی میں ان کے شریک محفل ہیں۔OO

KHALID TRADERS
IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

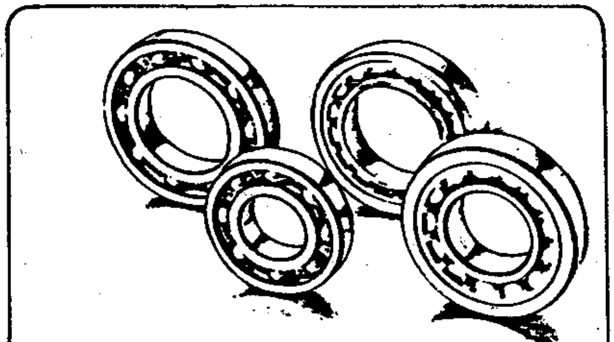

PLEASE CONTACT
TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

بھاری مینڈیٹ کی دعویٰ دار ڈاؤن سائزنگ حکومت

تحریر : مرزا ندیم بیگ

نواز شریف حکومت کو "ڈاؤن سائزنگ حکومت" کہنا بے جا نہ ہو گا کیونکہ یہ ہر شے کو ڈاؤن سائز کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے اس نے فروری کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے ووٹ بینک کو ڈاؤن سائز کیا' انتخابات کے بعد اقتدار میں آتے ہی پورے ملک میں آٹے کو ڈاؤن سائز کر دیا بعد ازاں اداروں کی ڈاؤن سائزنگ (بکاری) اور پھر سرکاری اداروں کے ملازمین کی ڈاؤن سائزنگ اور اب معاملہ ججوں کی ڈاؤن سائزنگ تک جا پہنچا چند روز پہلے مسلسل ناں ناں کی گردان کے بعد روپے کی قیمت کو بھی ڈاؤن سائز کر دیا گیا۔ اس دفعہ روپے کی ڈاؤن سائزنگ بھی ریکارڈ حد تک یعنی 8.71 فیصد کی گئی۔ اس اقدام کی اہم ترین وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے ملکی برآمدات میں اضافہ ہو گا۔ دوسری جانب اقتصادی ماہرین کا خیال ہے کہ روپے کی قیمت میں کمی ملک کے معاشی حالات کو مزید بدتر اور بے روزگاری میں مزید اضافے کا باعث بنے گی۔ ویسے بھی پوری دنیا میں کسی بھی ترقی پذیر ملک نے اپنی برآمدات بڑھانے کے لئے ایسی "ریکارڈ" ڈاؤن سائزنگ کا ارتکاب نہیں کیا۔ بہرحال جہاں اس کے متعدد منفی اثرات ہیں وہاں پر یہ حقیقت بھی نمایاں ہو کر سامنے آ گئی کہ ملک کی اقتصادی حالت میں بہتری کے حکومتی نعرے محض ہوائی باتیں ہیں۔

ملکی کرنسی کی اس ڈاؤن سائزنگ کا جو فوری نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ ہے کہ ہمارے معیشت کو 172 ارب روپے کا دھچکا لگا اور ہمارے ذمے واجب الادا قرض 22 کھرب 62 ارب 99 کروڑ 12 لاکھ 80 ہزار روپے میں بیٹھے بٹھائے 128 ارب روپے کے مزید قرض کا اضافہ ہو گیا جبکہ ملک کے 45 ارب روپے کے درآمدی واجبات بھی بڑھ گئے۔ گندم' سویابین' ادویات' گھی' پٹرول اور نجانے کس کس چیز کی قیمتیں بڑھ گئیں۔

پوری قوم کو انتخابات کے دوران کئے گئے وزیراعظم کے ان گنت وعدے آج بھی یاد ہیں کہ "ہم ملک کو اقتصادی طور پر ایشین ٹائیگر بنا دیں گے۔ ہم مہنگائی کو ختم کر دیں گے' ہم ملک کو اس کے پاؤں پر کھڑا کر دیں گے اور کاسہ گدائی توڑ دیں گے۔ ہم غریبوں کے ہمدرد ہیں' ہم نوجوانوں کو روزگار کے بے بہا مواقع فراہم کریں گے" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن معاملات جوں کے توں بلکہ پہلے سے بھی بدتر ہیں کیونکہ جس طرح سابقہ حکمران اپنے "مالیاتی آقاؤں" یعنی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی رضاجوئی کے حصول کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے آج بعینہ وہی ہتھکنڈے "مرد آہن" نواز شریف کے دور میں اختیار کئے جا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ورلڈ بینک کے "تاجدار" بھی پاکستان "یاترا" کے لئے تشریف لائے تھے۔ جیسے ہم نے اپنی سابقہ تاجدار ملکہ برطانیہ کی آؤ بھگت کی تھی ویسی ہی آؤ بھگت "موجودہ تاجدار" شہنشاہ ورلڈ بینک کی گئی۔

معلوم ہوا کہ بھاری مینڈیٹ بھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے کے سامنے بے بس ہے حالانکہ عوام تو یہ سمجھے تھے کہ آنے والی حکومت بے روزگاری' مہنگائی' غربت' افلاس' جیسے لاتعداد مسائل کو ڈاؤن سائز کرے گی مگر یہاں تو اداروں میں ملازمین کو ڈاؤن سائز کر کے مزید پچاس ہزار افراد کی بے روزگاری کا سامان کیا جا رہا ہے۔

ہمیں ماہر اقتصادیات ہونے کا دعویٰ تو نہیں لیکن ایک سادہ سی بات سب جانتے ہیں کہ ملکی برآمدات روپے کی قیمت کو کم کرنے سے نہیں بلکہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل سے نکلنے کے بعد ہی بڑھیں گی۔ اگر ہماری حکومت نے عالمی مالیاتی آقاؤں کی رضاجوئی کے لئے "سب کچھ" کرنا ہے تو خدارا وزراء کی فوج ظفر موج کو ہی ڈاؤن سائز کر دیجئے تاکہ قرض کی رقم سے ان کی نازبرداریوں پر اٹھنے والے شاہانہ اخراجات کچھ تو کم ہو سکیں۔

عالمی بینک کے صدر نے پاکستان یاترا کے دوران اپنی بہتر خدمت کرنے پر ہمیں مزید ڈیڑھ ارب ڈالر کی "ٹپ" دی ہے جس پر ہمارے حکمران بغلیں بجاتے پھر رہے ہیں۔ جناب وزیراعظم "مالیاتی خداؤں" کو چھوڑ کر ایک خدا کی پناہ میں آجایئے اس میں آپ کی اور ہم سب کی بھلائی ہے' ورنہ مالیاتی خداؤں کی رضاجوئی عوام کی تباہی ہے۔ یہی عوام جنہوں نے آپ کے سر پر بھاری مینڈیٹ کا تاج رکھا کل کو کہیں آپ کے مینڈیٹ کو ڈاؤن سائز نہ کر دیں۔

وقت پیری "گرگ ظالم" میشود پرہیزگار؟

آج کل ہماری صحافت پر ہر چہار جانب سے ایسے دانشوروں نے یلغار کی ہوئی ہے جو اسلام کے عادلانہ نظام کو موجودہ مسائل کا حل قرار دیتے ہیں۔ ان میں اکثریت ایسے "دانشوروں" کی ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر اور بہتر حصہ' جب وہ جوان جذبوں اور توانائیوں سے بھرپور اور اختیار و اقتدار کے حامل تھے اپنی اصل زندگی باطل نظام کو تقویت دینے میں گزاری اور اسی نظام کے کل پرزے بن کر عوام کا استحصال کرتے رہے۔ اب جبکہ یہ دانشور بوڑھے ہو چکے ہیں' طاقت و اختیار ان سے چھن چکا ہے' زندگی کی نسبت موت سے یہ قریب ہو چکے ہیں' جذبے ماند پڑ چکے ہیں اور جسم و جان کی توانائیاں تقریباً ختم ہو چکی ہیں۔ اب اسی باطل و استحصالی نظام میں جس کو انہوں نے اپنی جسم و جان کی توانائیاں لگا کر عوام کا بدترین استحصال کیا تھا خود ان کا بھی "استحصال" ہو رہا ہے تو ان معزز دانشوروں کو اسلام اور اس کا عادلانہ نظام بڑی شدت سے یاد آ رہا ہے۔

ہماری بھولی بھالی اور سادہ لوح مگر جذباتی قوم کو دانشوروں کے روپ میں ایسے "ناسوروں" سے ہر لحظہ و ہر وقت محتاط رہنا ہو گا۔ یہ نام نہاد دانشور قوم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اسلام کے مقدس نام پر اپنا کھویا ہوا اختیار و اقتدار پھر سے واپس لینا چاہتے ہیں تاکہ یہ اپنے دلفریب نظریات کے ذریعے عوام کا نئے سرے سے استحصال کر سکیں۔ یہ دانشور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں اور ان کی زندگی چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی "تابناک و تابندہ" مثال ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں شاعر نے بہت پہلے ہمیں آگہی دی تھی ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

(مراسلہ : حافظ محبوب احمد)

موجودہ انتشار زدہ نظام کا نعم البدل صرف اسلامی نظام ہے

ملکی سیاست و معیشت کو اسلامائز کرنے میں تبلیغی جماعت اہم کردار ادا کر سکتی ہے

یہ تو سیکولر سوچ رکھنے والے طبقات کی تھیوری ہے کہ دین اور سیاست الگ الگ ہیں

قاضی غیاث الدین جانباز کا تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نام پیغام

گزشتہ دنوں اسلام آباد جانا ہوا تو وہاں تبلیغی جماعت کا اجتماع ہو رہا تھا۔ مجھے بھی اجتماع میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی' بلاشبہ تبلیغی جماعت کا کردار ہمارے اخلاق کی اصلاح کے لئے لائق تحسین ہے۔ اس دور ظلمت میں جب ہمارے ایمان میں ضعف ہو چکا ہے اور فسق و فجور اور منافقت عروج پر ہے' قلب سیاہ ہو چکے ہیں جن کے تزکیہ کی واقعی اشد ضرورت ہے' یقیناً تبلیغی جماعت کے بزرگان کار خیر سرانجام دے رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ کار خیر پاکستان میں سرانجام دے رہے ہیں بلکہ یورپ کے ملکوں میں بھی یہ کام ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں یورپین ممالک میں اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔

اس اجتماع میں شریک آسٹریلیا میں مقیم ایک مسلمان نوجوان سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ غیر مسلم اسلام میں داخل ہو کر اللہ اللہ کرنے لگتے ہیں مگر جب وہ پاکستانیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں تو وہ سوال کرتے ہیں کہ کیا نماز پڑھنا صرف نومسلموں پر ہی فرض ہے؟ پاکستانیوں کے قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے ان میں سے بعض پھر اپنے پرانے مذہب کی طرف لوٹ جاتے ہیں اسی طرح جب نومسلم حضرات قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے عہد حکومت پر مبنی لٹریچر پڑھتے ہیں تو بہت متاثر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ایسا صالح معاشرہ اب بھی کہیں قائم ہے' اگر ہے تو ہمیں دکھائیں اور جب انہیں کسی اسلامی ملک میں ایسے معاشرہ کی عدم موجودگی کا علم ہوتا ہے' تب انہیں بے پناہ مایوسی ہوتی ہے۔ اس نوجوان نے بتایا کہ امریکہ میں بہت تیز رفتاری سے اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے' خاص طور پر سیاہ فام اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کے مطالعہ کے بعد اس سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور اس سسٹم کو بہتر جان کر اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا مثالی اور مساوات پر مبنی نظام معیشت و سیاست کسی اسلامی ملک میں عملاً نافذ نہیں جس کا انہیں مشاہدہ کرایا جاسکے تو پھر ہماری تبلیغ کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اس نوجوان نے بڑے درد دل سے کہا کہ مدینہ کی ریاست کے بعد نظریاتی اعتبار سے اگر کوئی ریاست اللہ نے بنائی تو وہ پاکستان ہے۔ اے کاش! پاکستان میں معیشت و سیاست "اسلامائز" ہو چکی ہوتی تو ہم ان نومسلموں کے سامنے شرمندہ نہ ہوتے!

اس نوجوان سے گفتگو کے بعد میں نے اسے کہا کہ اللہ کی مہربانی سے پاکستان میں تبلیغی جماعت بہت وسعت اختیار کر چکی ہے اور بہت منظم ہے۔ تبلیغی جماعت میں شامل حضرات محض اللہ کی رضا کے لئے یہ کار خیر سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے یہ داستان انہیں نہیں سنائی تو نوجوان کہنے لگا کہ بعض لوگوں کو میں نے بتایا ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلامی فکر کے حامل حضرات خود کہتے ہیں کہ سیاست دین سے جدا نہیں' تو پھر تبلیغی جماعت کے بزرگ کیوں کہتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں' یہ تو سیکولر سوچ رکھنے والے اہل سیاست اور دانشوروں کی تھیوری ہے کہ دین اور سیاست الگ الگ ہیں۔ تبلیغی جماعت کے بزرگ اور اہل اللہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اقتدار اور حکمرانی سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن میری نظر میں پاکستان کی سیاست و معیشت اور عدالت کو اسلامائز کرنے میں تبلیغی جماعت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اخلاق و کردار اس وقت تک اسلامائز نہیں ہو سکتا جب تک پاکستان کا معاشرہ اسلامائز نہیں ہوگا۔

تبلیغی جماعت کے اکابرین بے شک اقتدار اور حکومت کی سیاست نہ کریں لیکن اللہ کی رضا اور دین کے پھیلاؤ کے لئے اگر اپنے رائے ونڈ کے لاکھوں کے اجتماع کا رخ اسلام آباد کی جانب کرلیں تو حکمران اسی دن نفاذ اسلام کے اعلان پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ اللہ والوں کی جماعت پر بندگان خدا کو اعتماد ہے کہ یہ اسلام سے محبت رکھتے ہیں' اسلام آباد سے نہیں۔ اور ایسی ہی جماعت شریعت نافذ کرا سکتی ہے۔ اگر پاکستان کی تمام دین پسند جماعتیں انتخابات کا راستہ چھوڑ کر صرف نفاذ اسلام کے لئے متحد ہو جائیں اور اسلام کا سیاسی و معاشی نظام مبسوط شکل میں پیش کریں تو یقیناً وہ عوام کو اعتماد کے بحران سے نکال سکتی ہیں۔ میری یہ پختہ رائے ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے حالات جس قدر اس وقت سازگار ہیں ایسے حالات شاید پھر جلد میسر نہ آسکیں۔ موجودہ نظام بکھر چکا ہے' اسے بچایا نہیں جاسکتا کیونکہ اسے بچانے کی ہر کوشش ملک کو خوفناک خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ موجودہ انتشار زدہ نظام کا نعم البدل صرف اسلامی نظام ہے' اگر اس کا نفاذ اگلے چند مہینوں میں نہ ہو سکا تو ملک خوفناک انارکی کا شکار ہو سکتا ہے۔ یہی وقت ہے کہ دینی جماعتیں اقتدار کی رٹ لگانے کے بجائے صرف ایک مطالبہ "اسلامی نظام نافذ کرو" کے ساتھ اجتماعی قیادت لے کر میدان میں آجائیں تو پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کا نعرہ حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے۔

(بشکریہ خبریں' ۲۹ اکتوبر ۹۷ء)

کیا آپ اپنی بیٹی کی تربیت کرنا چاہتے ہیں؟ ملک بھر میں چھپنے والے بچوں کے رسائل میں آپ کی بیٹی کی تربیت کے لئے کچھ نہیں مگر سہیلی کی ہر سطر اور ہر حرف صرف اور صرف آپ کی بچی کی تربیت کے لئے لہذا جہاں اپنے بچوں کے لئے بچوں کا کوئی نہ کوئی میگزین وہاں اپنی پیاری بیٹی کے لئے سہیلی آج ہی سہیلی کی خریداری لیجئے۔ بچی کی تربیت کیجئے۔ قیمت فی شمارہ 6.00 روپے سالانہ 60.00 روپے دو سالہ 100 روپے ترسیل کے لئے نیوز ایجنٹ رابطہ کریں فون 645429

مینجر: سہیلی میگزین P-88 ہاؤسنگ سکیم نمبر 1/212 ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

الدنیا مزرعة الاخره

ہر شخص کو جان لینا چاہئے کہ خیر اور نیکی کے کام ہی توشہ آخرت بنیں گے

آخرت کے تصور پر شعوری ایمان ہی معاشرتی کرپشن کا واحد علاج ہے

تحریر : نجیب صدیقی' کراچی

کیسے کیسے لوگ یہاں آئے ' آ کے چل دیئے
اس جہاں میں چند روز دل لگا کر چل دیئے

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ جس طرح آنے والوں کا تسلسل ہے اسی طرح جانے والوں کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں نہ کوئی ہمیشہ سے رہا ہے نہ رہے گا' یہ دن رات کا مشاہدہ ہے مگر ہماری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ تحت الشعور میں جانے کا کوئی ہلکا تصور ضرور پایا جاتا ہو گا مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا پورا طرز عمل پوری طرح دنیا اور محض دنیا کی طرف ہے تو خیال آتا ہے کہ جانے والے طوعاً و کرھاً جاتے ہیں' جانے کا جی نہیں چاہتا مگر مہلت عمر ختم ہونے پر لے جائے جاتے ہیں۔

ہر شخص پوری کوشش کرتا ہے کہ موت سے جتنا دور ہو سکے ہو جائے مگر جب یہ حقیقت کبریٰ پہنچ جاتی ہے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہیں اس بات کا شعور ہو جاتا ہے کہ دنیا سے کسی وقت بھی اچانک اچک لیا جا سکتا ہے تو وہ ہر وقت چوکنا رہتے ہیں۔ وہ اپنے آئندہ آنے والے سفر کی تیاری کرتے ہیں' ان کی سوچ اس بات کی مظہر ہوتی ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اگلے جہاں کے لئے بھرپور تیاری کرنی ہے تاکہ منزل پر پہنچ کر مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ وہ اپنے ایک ایک لمحہ کا حساب کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ قیمتی لمحات یا تو دنیا میں ضائع ہو جائیں گے یا آخرت کا توشہ بنیں گے۔

آخرت کا تصور انہیں ہر برائی سے بچاتا ہے اور ہر نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے زندگی بھر اسباب دنیا جمع کرنے کی کوشش کی مگر جب وہ گئے تو خالی ہاتھ گئے۔ اسباب دنیا تو یہیں رہ جانے والی شے ہے۔ وہ عقلمند لوگوں سے سبق سیکھتے ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے ایک مسافر کی زندگی بسر کی' آخرت کی پونجی جمع کرنے میں منہمک رہے' ان عقلمندوں نے دنیا اور سامان دنیا کو کم سے کم استعمال کیا اور ہر خیر اور نیکی کی طرف لپکتے رہے کیونکہ خیر اور نیکی ہی آخرت میں کام آنے والی ہے۔

قرآن مجید کا ہر صفحہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ آخرت آنے والی ہے' شدنی ہے' یہ وہ حقیقت ہے جو اٹل ہے' اس کا ایک وقت مقرر ہے وہ آ کر رہے گا' ہر ایک کو اس کا سامنا کرنا ہو گا۔

یہی بات آدم علیہ السلام سے لے کر آنے والے ہر نبیؑ نے بتائی ہے۔ لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ اب بھی جاگ جاؤ' اب بھی سنور جاؤ' ایسا نہ ہو کہ تم غفلت میں رہو اور سخت پکڑ میں آ جاؤ۔ یہ غفلت ہی تو ہے جس نے اس حقیقت عظمیٰ سے دور رکھا ہے آج ہمیں اگر اس کا ادراک ہو جائے اور ہم پر یہ بات دو اور دو چار کی طرح مبرہن ہو جائے تو ہماری نیندیں اڑ جائیں' ہم آئندہ کے لمحات کو آخرت کے لئے وقف کر دیں۔

دنیا کیا ہے؟ غفلت کا دوسرا نام ہے۔ اگر انسان جاگ جائے تو وہ اسی دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات اس طرح بیان کی ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے کھیت میں جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ اگر برائی اور ہوس کی تخم ریزی کی ہے تو وہی حصہ میں ملے گی اور اگر نیکی اور خیر کی کاشت کی ہے تو اس کا اچھا بدلہ ملے گا۔

انبیاء علیہم السلام کا کام اور ان کا مشن یہی تھا کہ غفلت کے ماروں کو نیند سے بیدار کیا جائے ان کے اپنے نفع و نقصان کو بتایا جائے' انہیں آمادہ کیا جائے کہ وہ ہر برائی سے اجتناب کریں اور ہر نیکی کو اختیار کریں۔ آج ہماری پوری سوسائٹی اسی غفلت کا شکار ہے۔ اسے یقین نہیں ہے کہ ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے اور یہ جانا اچانک بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کرپشن میں مبتلا ہے کرپشن نے مختلف عنوانات سے اس معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ آخرت کے شعوری تصور کو بیدار کیا جائے' اس لئے کہ یہی تمام انبیاء کی دعوت کا حاصل رہا ہے۔

اس تصور کے بیدار ہونے کے بعد خدا خوفی پیدا ہو گی اور وہ ان چیزوں سے اجتناب کرے گا اوامر و نواہی کا یہی تصور انبیاء نے دیا ہے کہ لوگوں کو برائی سے خبردار کرو اور نیکی اختیار کرنے کی دعوت دو۔ ان کے اپنے برے اور بھلے کو واضح کرو' اپنے عمل سے ثابت کرو کہ یہ دنیا جس کے لئے ہم نے ہر سرحد کو پھلانگ رکھا ہے تمہارے کام آنے والی نہیں۔ یہ متاع ہے' ضائع ہونے والی پونجی ہے۔ اس پر اعتبار نہ کرو' آخرت کے سفر کی تیاری میں لگ جاؤ۔ جانے والا ہر شخص زبان حال سے کہتا جا رہا ہے کہ اے غافل انسانو! میرا حال دیکھو' مجھ سے سبق سیکھو' پھر کسی کو واپس نہیں آنا ہے کہ وہ اپنے عمل کو درست کر سکے۔ یہ عمر جو تمہیں ملی ہے سب کچھ اس میں تمہیں کرنا ہے اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ یہ اچانک ختم ہو بھی ہو سکتی ہے لہٰذا غفلت کا ایک لمحہ تمہارے نقصان میں لکھا جائے گا۔

وہ لوگ جو اس تصور سے آراستہ ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بذات خود "منادی" بن جائیں دن رات اپنے بھائی کو جگانے میں لگ جائیں' غفلت سے بیدار کریں۔

یقیناً موت کی وادی سے ہر شخص کو گزرنا ہے۔
آنے والی دنیا اسے کیا دیتی ہے؟
وہی کچھ دے گی جو اس نے بھیجا ہو گا!!

ضرورت رشتہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم کی دو ہمشیرگان کے لئے رشتے درکار ہیں' جن کی عمریں بالترتیب 22 اور 20 سال ہیں اور تعلیم مڈل اور ایف اے ہے۔ امور خانہ داری اور دینی تعلیم سے آراستہ ہیں۔

رابطہ کیلئے : ابو عمران' دفتر تنظیم اسلامی
44/B حسنین مارکیٹ' سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

☆ ☆ ☆

ایک دینی مزاج کا حامل 27 سالہ الیکٹرو ہومیو ڈاکٹر ڈ آکو پیکچریسٹ نکاح ثانی کا خواہش مند ہے۔ دینی مزاج رکھنے والی ہومیو' الیکٹرو یا ایلوپیتھک لیڈی ڈاکٹر کے والدین یا سرپرست درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

عرفان میڈیکوز
بالمقابل ایجنسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال بٹ خیلہ
مالاکنڈ ایجنسی' پوسٹ کوڈ : 23020

Quarterly Journal of the Qur'an Academy
The Qur'anic Horizons
Price Per Issue: Rs. 30/- Annual Subscription: Rs. 100/-
Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an: 36-K, Model Town, Lahore-54700

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر حلقہ سندھ و بلوچستان کا دورۂ سکھر

جناب محمد نسیم الدین ۱۱/ اکتوبر بروز ہفتہ صبح ۸ بجے سکھر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے جہاں امیر تنظیم اسلامی سکھر جناب غلام محمد سومرو کے بڑے صاحبزادے اور رفیق تنظیم ڈاکٹر یاسر نے انہیں خوش آمدید کہا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ساڑھے نو بجے امیر حلقہ تنظیم اسلامی سکھر کے دفتر تشریف لائے جہاں ایک گھنٹہ کی خصوصی نشست میں انہوں نے تنظیمی معاملات کا جائزہ لیا اور ان میں مزید بہتری کے لئے اپنی تجاویز سے نوازا۔ بعد ازاں رفقاء اور احباب سے ذو بجے تک ملاقاتیں کیں۔

رفقاء سے ملاقات کے دوران ان کے ذاتی حالات اور اقامت دین کی جدوجہد میں ان کی مساعی پر تفصیلاً گفتگو ہوئی اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے مشورے دیئے۔ احباب سے ملاقاتوں کے دوران نظام خلافت کی ضرورت' اس کے قیام کا طریقہ کار اور اس کے لئے تنظیم اسلامی کی جدوجہد پر گفتگو ہوئی۔ ان احباب میں سے دو افراد نے تنظیم اسلامی کی دعوت سے متاثر ہو کر بیعت فارم بھی حاصل کئے۔ احباب سے قابل ذکر ملاقات تنظیم فکرو نظر سکھر کے جنرل سیکرٹری محترم پروفیسر اصغر مجاہد صاحب سے تھی۔ تحریک خلافت کے حوالے سے ہم سے ان کا سب سے بڑا اختلاف صوبوں کی تقسیم کے موقف پر تھا۔ محمد نسیم الدین صاحب نے انہیں بتایا کہ ہماری یہ تجویز نیک نیتی پر مبنی ہے اس کے ذریعہ ہم کسی خاص گروہ کو خوش کرنا نہیں چاہتے بلکہ عہد حاضر کا تقاضا ہے کہ صوبے چھوٹے ہوں' انہیں زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں تاکہ انتظامی معاملات میں آسانی ہو اور وہاں کے عوام میں خوشحالی کے امکانات روشن ہو جائیں۔ انہوں نے مثالیں دے کر بتایا کہ پوری دنیا میں پاکستان اور آئرلینڈ ہی دو ایسے ممالک ہیں جن کے چار صوبے ہیں۔ امریکہ ۵۳ اور بنگلہ دیش ۲۱ صوبوں میں تقسیم ہے۔ آخر میں جناب نسیم الدین صاحب نے "پاکستان میں نظام خلافت 'امکانات' خدوخال اور اس کے قیام کا طریق کار" پر کتاب پیش کی۔ دیگر احباب کو بھی تنظیم کا لٹریچر پیش کیا گیا۔ بعد نماز عصر تا عشاء بھی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے دو سینئر ارکان سے خصوصی ملاقات ہوئی۔ جس میں تنظیم اسلامی کے انقلابی طریق کار کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نسیم الدین صاحب نے انہیں بتایا کہ انتخاب کے ذریعہ جاری نظام کو بہتر تو بنایا جا سکتا ہے لیکن اسے بدلا نہیں جا سکتا۔ اس بات سے بھی انہوں نے اتفاق کیا اور کہا کہ یہی بات ان کے اکابرین بھی کہہ رہے ہیں انہوں نے بلوچستان کے مولانا شیرانی کا بطور خاص ذکر کیا۔

دوسرا دن تنظیم اسلامی کے رفقاء کے تربیتی پروگرام کے لئے مختص تھا۔ جس کے لئے معتمد حلقہ جناب محمد سمیع نے رفقاء کو خصوصی دعوت نامہ بھیج رکھا تھا۔ پروگرام کا آغاز پونے گیارہ بجے امیر تنظیم اسلامی سکھر محترم غلام محمد سومرو کی رہائش گاہ پر ہوا۔ پروگرام میں تنظیم اسلامی سکھر کے رفقاء کے علاوہ شکار پور' شاہ پنجو' پنو عاقل اور گھوٹکی کے رفقاء نے شرکت کی۔

امیر حلقہ نے اس تربیتی پروگرام کو چار نشستوں میں مکمل کیا۔ پہلی نشست میں انہوں نے بتایا کہ نیکی اور بدی پہچاننے کی قابلیت' نیکی اختیار کرنے اور بدی سے بچنے کی خواہش ہر انسان کی فطرت میں اللہ پاک نے رکھ دی ہے۔ اللہ پاک چاہتا تو صرف انہی صفات کی بنا پر آخرت میں جزا اور سزا دے سکتا تھا لیکن صفت رحمانیت کی بنا پر ہماری رہنمائی کے لئے ہم ہی میں سے رسول اور نبی بھیجے۔ آنحضور ؐ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک عربوں کے لئے جہاں انہوں نے اپنی حیات طیبہ میں اللہ کا نظام بتمام و کمال نافذ کر دیا اور دوسری غیر عربوں کے لئے جس کے لئے انہیں امت عطا کی گئی۔ آپ کے امتی ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ اس دینی کام میں مصروف عمل ہو جائیں۔

دوسری نشست میں جناب نسیم الدین نے کہا کہ کار رسالت کو بہتر طور پر انجام دینے کے لئے ہم نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور تنظیم کی جانب سے ہم پر (۱) اجتماعات میں شرکت (۲) اعانت کی ادائیگی (۳) ہفت روزہ تربیت گاہ میں شرکت (۴) کارکردگی کی رپورٹس (۵) تنظیمی کتب کا مطالعہ اور (۶) تنظیمی و دعوتی کام کے لئے روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ صرف کرنا لازم کیا گیا ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ خدمت خلق کے لحاظ سے بھی ہمارا کام سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ خدمت خلق کے لئے دوسری جو جماعتیں اور انجمنیں قائم ہیں وہ انسان کو دنیوی زندگی کے لئے فائدہ پہنچاتی ہیں جس کا اختتام چند سالوں میں ہو جاتا ہے جبکہ ہم آخرت کی زندگی کے لئے فائدہ پہنچاتے ہیں جو ابدی ہے۔ بعد ازاں کھانے اور نماز ظہر کے لئے وقفہ ہوا۔ محترم غلام محمد سومرو نے کھانے کا اہتمام فرمایا۔

تیسری نشست سوا تین بجے شروع ہوئی۔ امیر حلقہ نے فرداً فرداً ہر رفیق سے تنظیم اسلامی کی جانب سے لازم کئے ہوئے ۴/ امور کے متعلق سوالات کئے کہ وہ اس پر کہاں تک عمل پیرا ہے اور اگر عمل نہیں کر رہا تو اس سلسلے میں کیا مشکلات درپیش ہیں۔ انہوں نے مشکلات کا حل پیش کیا اور ساتھ ہی ساتھ احادیث نبویہ ؐ اور صحابہ کرام ؓ کی سیرت کے حوالے سے رفقاء کو ترغیب و تشویق بھی دلائی۔

چوتھی اور آخری نشست میں پیش رفت کے حوالے سے سست روی کی وجوہات کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے امیر حلقہ نے بتایا کہ ہم میں فکر آخرت' خوف آخرت اور شوق شہادت کی کمی ہے۔ اگر ہم اس بات کو اپنے سامنے یقین کامل کے طور پر رکھیں کہ دوسرے لمحہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور ہمیں اپنے ہر عمل کو اللہ کے حضور جواب دہی کرنی ہو گی جس کے نتیجہ میں ہمیں یا تو جنت ملے گیا پھر جہنم تو ہم اپنے اعمال کو' اپنے واعدہ کو اپنی عبادات کو غرضیکہ اپنے روزانہ کے ہر معمولات کو اللہ پاک کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دینے کی کوشش کریں گے اور اگر کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے حضور معافی کے خواستگار ہوں گے۔ بعد ازاں رقت آمیز دعا کے دوران بہت سے رفقاء کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پانچ بجے یہ تربیتی پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (مرتب : محمد منظور لاکھیر)

بقیہ : یاد رفتگاں

مظفر صاحب کو اگلی صبح لحد میں اتار دیا گیا۔ جنازے میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی اسی لئے نماز جنازہ مسجد کے احاطے کے بجائے میدان میں ادا کی گئی۔ قبرستان تک پہنچتے پہنچتے کئی افراد نے ان کے بعض ایسے ذاتی اوصاف کا ذکر کیا جن کا پہلے علم نہ تھا۔ ایک صاحب نے بتایا کہ مرحوم باقاعدگی سے ہر صبح آئی بی اے کے اسٹاف ٹاؤن میں ایک ریٹائرڈ اور بیمار شخص کے گھر جایا کرتے تھے' ان کا سودا سلف لا کر دیتے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے محض اس بنا پر کہ ان صاحب نے کسی زمانے میں ان پر کچھ احسانات کئے تھے۔ اسی احسان کو "مظفر صاحب" نے عمر بھر کا قرض سمجھا اور اس کی ادائیگی میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی۔ ایک اور صاحب نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ کس طرح انہیں ایک زمانے میں ایک موٹر سائیکل درکار تھی۔ تنظیم کے اجلاس میں انہوں نے اس کا اعلان کرایا' اگلے دن مظفر صاحب اپنی موٹر سائیکل کی چابی لئے ان کے گھر پر موجود تھے اور نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے جو ان کی چھپی ہوئی خوبیوں کا علم رکھتے ہوں گے۔ شاید اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بے شک انسانی جسم فنا ہے لیکن کردار کی اعلیٰ صفات کو فنا نہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "امت" کراچی ۱۶/ اکتوبر)

سانحہ ارتحال

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے رفیق اور گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ کے سابق پرنسپل پروفیسر محمد بشیر وڑائچ کے صاحبزادے محمد داؤد' ان کی بہو اور دو پوتے ڈسکہ کے قریب ایک ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہو گئے ہیں۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کی مغفرت کی دعا کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ محترم پروفیسر صاحب کو اس عظیم صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک نیک دل انسان کی موت

از قلم : طاہر مسعود

امیر تنظیم اسلامی کے اکلوتے چچازاد بھائی اور تنظیم اسلامی کراچی کے سینئر رفیق جناب مظفر احمد منور کی حادثاتی موت کی اطلاع "ندائے خلافت" کے گزشتہ شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ مرحوم ایک انتہائی شریف النفس اور دردمند انسان تھے 'گو تنظیم اسلامی میں وہ ایک خاموش کارکن کے طور پر اپنی تنظیمی ذمہ داریاں نبھاتے رہے تاہم تنظیم سے انکی گہری وابستگی قابل رشک تھی۔ جس شام وہ حادثے سے دوچار ہوئے' اس روز صبح وہ کراچی تنظیم کے اجتماع میں شریک ہوئے اور تمام رفقائے تنظیم سے فرداً فرداً ان کی ملاقات ہوئی۔ روزنامہ "امت" کراچی کی ۱۶/ اکتوبر کی اشاعت میں مرحوم کے کراچی یونیورسٹی کے ایک رفیق کار اور پڑوسی جناب طاہر مسعود صاحب کا ایک مضمون "ایک نیک دل انسان کی موت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کے ذریعے مرحوم کی شخصیت کے بعض مخفی لیکن روشن پہلو بخوبی اجاگر ہوتے ہیں۔ سطور ذیل میں یہ مضمون ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

رات کے ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ میں اپنے گھر کے گیٹ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ پڑوسی کے بچے 'احمد' نے یہ دل خراش اطلاع دی کہ مظفر احمد صاحب حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ یہ سن کر میں تو دم بخود رہ گیا' عصر کی نماز میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ثابت ہوگی۔ بچے نے بتایا کہ دہی لینے کے لئے موٹر سائیکل پر نکلے تھے' کیمپس کے مرکزی گیٹ کے باہر ٹکر پر ایک تیز رفتار کوچ ان پر الٹ گئی جس سے فوری طور پر موت واقع ہو گئی اور یہ کہ ان کی لاش مبینہ ٹاؤن تھانے میں رکھی ہوئی ہے۔ احمد واقعے کی تفصیل سنا کر چلا گیا تو میں چپ چاپ اندر برآمدے میں آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ موت کی حقیقت بھی عجیب ہے' کتنی مانوس ہے کہ روزانہ اخبارات میں ہم لوگوں کے مرنے کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں لیکن کتنی اجنبی ہے کہ جب کسی جاننے والے کے ساتھ یہ سانحہ پیش آتا ہے تو لحہ بھر کے لئے دل پر سناٹا سا چھا جاتا ہے۔ زندگی کی سب رونقیں سونی پڑ جاتی ہیں بلکہ کچھ دیر کو سب کچھ ہی کھیل تماشا دکھائی دینے لگتا ہے لیکن یہ احساس بھی وقتی ہوتا ہے کیونکہ ع

اگر نہ ہو یہ فریب پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

مظفر احمد صاحب کراچی یونیورسٹی میں ڈپٹی رجسٹرار تھے لیکن یہ ان کا منصب تھا' ان کی ذاتی خوبی نہ تھی۔ ان کی وہ خوبیاں جن کی بنا پر ان کی موت کو' جاننے والوں نے شدت سے محسوس کیا کچھ اور تھیں۔ وہ خوبیاں ایسی تھیں کہ جن کا ہماری قوم میں فقدان ہے۔ وہ نظم وضبط کے پابند 'ارادے کے پختہ 'مستقل مزاج' نیک دل اور احساس ذمہ داری سے بہرہ ور انسان تھے۔ میں ان سے واقف تو عرصہ دراز سے تھا لیکن کیمپس میں رہائش اختیار کرنے کے بعد جب انہیں قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عام آدمی ہو کر بھی عام آدمی نہ تھے بلکہ اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے ان کا شمار خواص میں کیا جا سکتا تھا۔ اس کی وضاحت سنئے :

کیمپس کے مکینوں نے بہت عرصہ سے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کر رکھی ہے۔ اس مسجد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی تنخواہ دار پیش امام اور موذن نہیں' حتیٰ کہ مسجد کا کوئی خادم بھی نہیں ہے۔ مسجد میں مدرسہ بھی قائم ہے جہاں کیمپس کے بچے بچیوں کو قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن یہ سارے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں' کسی کو نہیں معلوم۔ اس لئے کہ جو لوگ چندہ دیتے ہیں وہ اپنے نام کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں۔ مسجد میں یہ برکتیں مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے دم قدم سے ہیں' جو لغات القرآن اور دیگر اعلیٰ پائے کی کتابوں کے مصنف ہیں اور عرب دنیا میں اپنی عربی کتابوں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ مولانا نعمانی نے مظفر احمد صاحب کو مسجد کی ذمہ داریاں تفویض کیں اور مظفر صاحب یہ ذمہ داریاں سالہا سال سے نبھاتے چلے آ رہے تھے۔ مسجد میں وہ پابندی وقت کے ساتھ پانچوں وقت کی اذان دیتے۔ کوئی حافظ اور قاری موجود نہ ہوتا تو خود ہی نماز پڑھاتے۔ علاوہ ازیں مسجد کا سارا انتظام و انصرام ان ہی کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ ان کی یہ ساری خدمات فی سبیل اللہ تھیں اور وہ بھی خاموشی کے ساتھ۔ انہوں نے اپنی کارگزاری کا کبھی نہ چرچا کیا اور نہ مسجد کے کسی مسئلے کا کبھی کسی کے سامنے رونا رویا۔ مسجد کے معاملے میں ان کے احساس ذمہ داری کا حال یہ تھا کہ ان کے نوجوان لڑکے کا کینسر میں جس رات انتقال ہوا' اس روز بھی فجر کی اذان انہوں نے اسی صبرو سکون کے ساتھ دی اور نماز کے بعد معمول کے مطابق تفسیر قرآن کے چند صفحات نمازیوں کو پڑھ کر سنائے اور دعا کے بعد نمازیوں کو اپنے لخت جگر کے انتقال کی خبر دی۔ بیٹے کی تجہیز و تکفین کے بعد بھی انہوں نے مسجد کے معمولات اسی طرح انجام دیئے جیسے وہ دیا کرتے تھے۔ اسی واقع سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہیں اپنے جذبات پر کتنا کنٹرول تھا اور وہ اپنے ذاتی مسائل کو اپنی ذمہ داری سے کس طرح علیحدہ رکھتے تھے اور ذمہ داریاں بھی رضاکارانہ نوعیت کی۔ بھلا ایسی مثالیں آسانی سے مل سکتی ہیں؟ وقت کی پابندی کا ان کے ہاں ایسا اہتمام تھا کہ بسا اوقات انہیں دیکھ کر میں اپنی گھڑی درست کر لیتا تھا۔ ان کا گھر مسجد کے سامنے ہی واقع تھا۔ ان کی ترقی ہوئی تو یونیورسٹی کی طرف سے بہتر مکان ملنے کا موقع میسر تھا لیکن صرف اسی خیال سے انہوں نے کسی اور بنگلے میں منتقل ہونا گوارا نہ کیا کہ مسجد دور ہو جائے گی۔ دوپہر میں لنچ کے اوقات میں' میں اکثر دیکھتا تھا کہ وہ اپنی ہونڈا ۷۰ پہ بھاگے چلے آ رہے ہیں تاکہ مسجد میں اذان دیں اور نماز پڑھ کر اور لنچ کر کے دوبارہ دفتر کی طرف دوڑ لگائیں۔ برسوں سے یہی معمول تھا اور کسی انتہائی مجبوری کے سوا کبھی اس معمول میں فرق نہیں دیکھا گیا۔ شب زندہ دار تھے' رات کے آخری پہر سے بھی بہت پہلے مسجد میں پہنچ جاتے' تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر فجر کی اذان دے کر تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ انہیں گھریلو پریشانیاں بھی لاحق تھیں۔ جوان بیٹے کا انتقال و بیوی کی صحت مستقل ناساز' کچھ اور ذہنی الجھنیں' لیکن کبھی انہیں پریشان نہیں دیکھا گیا۔ چھوٹے بیٹے بلال کو انہوں نے بڑے اہتمام سے قرآن حفظ کرایا۔ پچھلے دو رمضان سے بیٹے کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے تھے اور بہت خوش تھے۔

کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا تھا کہ وہ مشین کے بنے ہوئے ہیں۔ احساسات وجذبات سے عاری دکھائی دیتے تھے لیکن مجھے اپنی رائے اس دن تبدیل کرنا پڑی جب میں نے ایک ایسے شخص کی جن کی ان سے کچھ ناچاقی تھی خرابی صحت کی اطلاع دی' سنتے ہی وہ پریشانی سے تقریباً چیخ پڑے اور پھر تقریباً ہر روز ان کی خیریت مجھ سے معلوم کرتے۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ ان کے اندر ایک محسوس کرنے والا دل بھی موجود ہے۔ ممکن ہے ان کے بارے میں یہ رائے اس لئے قائم ہوئی ہو کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کی تنظیم اسلامی سے وابستہ تھے۔ اس تنظیم کے افراد کے مزاج کی سخت گیری سے میں ہراساں رہتا ہوں۔ یہ تو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے سگے پھوپھی زاد ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب جب بھی کراچی تشریف لاتے' وہ نہایت پابندی سے ان سے ملاقات کرتے اور ان کی تقریر سننے جایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے رسائل "میثاق" اور "حکمت قرآن" ان ہی کے توسط سے مجھے ملتے تھے اور

"میثاق" میں ڈاکٹر صاحب کی تقریریں پڑھ کر ان کی بابت کچھ نہ کچھ مظفر صاحب سے کہتا بھی تھا اور وہ نہایت دلچسپی سے سنتے تھے۔ تصوف پر ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات پڑھ کر افسوس ہوا۔ سوچا مظفر صاحب سے کہوں لیکن پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ کہیں برا نہ مان جائیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ہرگز برا نہ مانتے۔ مسجد اور دفتر کے کاموں کے علاوہ اگر میں نے انہیں کسی اور چیز میں دلچسپی لیتے دیکھا تو وہ کرکٹ میچ تھا۔ چوہدری اقبال صاحب جو ان کے دفتر اور مسجد دونوں کے رفیق تھے آکر انہیں تازہ ترین اسکور سناتے 'پاکستان کی پوزیشن جیتنے والی ہوتی تو بچوں کی طرح خوش ہوتے تھے۔ میچ کے دنوں میں مسجد میں' میں ازراہ مذاق پوچھ لیا کرتا تھا: "اچھا تو پاکستان جیت رہا ہے مگر کتنے گول سے" اس پر وہ ہنس پڑتے اور پھر ٹہلنے لگتے 'یہ ان کی عادت تھی۔ سنت ادا کر کے جماعت کھڑی ہونے تک ٹہلتے رہتے تھے۔

اس شب ان کی ناگہانی وفات کی اطلاع میرے لئے ناقابل یقین تھی۔ اس لئے کہ فجر 'ظہر' عصر سب نمازوں میں ان سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ بہت ہشاش بشاش تھے۔ کچھ دیر میں اوسان بحال ہوئے تو ان کے گھر کی طرف گیا۔ باہر لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا۔ چھوٹا بیٹا بلال وہیں کھڑا تھا لیکن باپ کی طرح صبر و ضبط کے ساتھ۔ ان کی لاش تھانے سے ضروری کارروائی کے لئے جناح ہسپتال بھیجی گئی۔ کوچ کے بھاری وزن سے صرف ان کا چہرہ سلامت تھا' جسم کا باقی حصہ دیکھنے کے لئے بڑی ہمت درکار تھی لیکن اس حال میں بھی وہاں اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ اور مردہ خانے میں اخبارات کے فوٹو گرافر گدھ کی طرح منڈلا رہے تھے اور وہ تصویریں اتارنے کے خواہاں تھے۔ میں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی' دوسروں نے بھی بہت کہا کہ یہ تصویر کھینچنے کا کونسا موقع ہے' لاش کی حالت تصویر اتارنے والی نہیں ہے لیکن پریس فوٹو گرافروں کے چہروں پر عجیب سی لجاجت طاری تھی۔ "صاحب نوکری کا مسئلہ ہے تصویر نہیں اتاروں گا تو ایڈیٹر صاحب ناراض ہوں گے"۔

میں نے کہا: "اس قسم کی تصویریں دنیا میں کہیں بھی نہیں چھپتیں زندہ انسانوں کی دنیا میں جایئے۔ وہاں بہت سے منظر تصویریں اتارنے کے لائق مل جائیں گے"۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فوٹو گرافر حضرات فہم و شعور سے عاری ہیں۔ تنگ آکر رجسٹرار طارق محمود صاحب کی اجازت سے انہوں نے صرف چہرے کی تصویر اتارنے پر بمشکل اکتفا کیا۔ اس رات مجھے شدت سے اردو اخبارات کی بے حسی' سنگ دلی بلکہ اخلاقی دیوالیہ پن کا احساس ہوا۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ عوام کو موجودہ کرپٹ سیاسی نظام کے خلاف جہاد کرنا ہوگا۔ (طاہر القادری)

○ ___ مگر کیسے؟

☆ اپنے دور میں نواز شریف کو ججوں کی حمایت سے روکتی رہی۔ (بے نظیر)

○ "واجاں ماریاں بلایا کئی وار میں۔ کسے نے میری گل نہ سنی"

☆ احتساب سیل نے بھٹو خاندان کے مزید ۱۲/ سوئس اکاؤنٹس تلاش کر لئے۔ (ایک خبر)

○ "بدتمیز کہیں کے"

☆ مولانا مودودی نے جماعت اسلامی دودھ سے بنائی 'قاضی نے اسے لسی بنا دیا۔ (میاں طفیل محمد)

○ لگتا ہے میاں صاحب اس دودھ کو "جاگ" آپ نے لگائی تھی!

☆ بھاری مینڈیٹ کا لوہا بھی عدلیہ کی آئینی بھٹی میں پگھل سکتا ہے۔ (حافظ حسین احمد)

○ اتفاق فاؤنڈری زندہ باد

☆ نواز شریف دور بے نظیر کے دور حکومت سے بھی منحوس ثابت ہوا۔ (لیاقت بلوچ)

○ وہ اس لئے کہ اب دھرنا مارنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔

☆ سوئس بینکوں میں بے نظیر کے کھاتوں پر عوام حیران ہیں۔ (بی بی سی)

○ ___ جبکہ جناب آصف علی زرداری پریشان ہیں۔

☆ امریکہ مہذب دنیا کا "مجرم اکبر" ہے۔ (اسامہ بن لادن)

○ شیطان بزرگ 'مردہ باد

☆ سری لنکا کی حکمران جماعت کے قائدین نے اپنے تمام اثاثے عوام کے نام وقف کر دیئے۔ (ایک خبر)

○ سوئس اکاؤنٹ ہولڈر سیاست دانوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام

☆ حکومت قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی پابند ہے۔ (ظفر الحق)

○ "دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے"۔

☆ رسہ کشی ختم نہیں ہوئی 'ابھی آدھی چھٹی کا وقفہ ہے۔ (اعجاز الحق)

○ لگتا ہے جناب آپ "ایمپائروں" سے ملے ہوئے ہیں۔

☆ سب کچھ بھول کر ملک بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ (اجمل خٹک)

○ اے این پی کی اس "بھول" میں کالا باغ ڈیم بھی تو شامل ہے۔

☆ میرا تعلق امیر خاندان سے ہے۔ (بے نظیر)

○ سر شاہنواز بھٹو کی پوتی غریب کیسے ہو سکتی ہے جبکہ آپ کے شوہر نامدار بھی اب خیر سے کافی بڑے "زردار" ہو چکے ہیں۔

☆ قانون کی حکمرانی قائم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ (وزیر اعظم)

○ "لیک بعد از خرابی بسیار"

☆ نواز شریف حکومت کو مہینے میں گرا سکتے ہیں! (جماعت اسلامی لاہور کے امیر حافظ محمد ادریس)

○ اس لئے کہ حکمرانوں کی ٹانگیں کھینچنا ہماری سیاست کا اہم ترین اصول ہے۔

☆ پوری قوم نے چیف جسٹس سے صلح و صفائی کو پسند کیا ہے۔ (شیخ رشید)

○ "نصر اللہ اینڈ ٹو کمپنی" کے علاوہ

☆ چیف جسٹس صاحب مجھ جیسے عاجز شخص کو بھی مسلم لیگ کے اجلاس میں گالیاں دی گئیں۔ (اکرم شیخ)

○ گویا اب پارلیمنٹ کے باہر بھی معزز اراکین اسمبلی غیر پارلیمانی زبان بولنے لگے ہیں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور | پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری | معاونین برائے مدیر:
سی پی ایل نمبر: 127 | مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور | ○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
جلد ۲' شمارہ ۳۷ | مقام اشاعت: ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور | ○ سردار اعوان
سالانہ زر تعاون ۔/۲۵۰ روپے | فون: ۰۳۔۵۸۶۹۵۰۱ | نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کے دوران مرکز تنظیم سے جاری ہونے والے پریس ریلیز

ملتان میں معصوم اور بے گناہ طلبہ کا بہیمانہ قتل سفاکانہ کارروائی ہے

لاہور (پ ر) ۲۳ اکتوبر۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ملتان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے علماء اور زعماء کو متحارب فریقین میں بلاتاخیر مفاہمت پیدا کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں پہلے ہی شیعہ سنی منافرت کی آڑ میں دین و ملت کے دشمن اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں اور اب ملتان میں دینی مدرسے کے بچوں کے بہیمانہ قتل سے دیوبندی اور بریلوی فرقوں کے مابین بھی تصادم اور محاذ آرائی پیدا کرنے کی مذموم کوششیں کی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ معصوم اور بے گناہ طلبہ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔

عالمی تہذیب اور ملحدانہ نظریات کا توڑ کئے بغیر احیائے اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا

لاہور (پ ر) ۲۶ اکتوبر۔ قرآنی افکار کو جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے پوری دنیا تک پہنچانا اور اس کی تعلیمات کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنا امت مسلمہ کی دینی ذمہ داری ہے جس سے کوتاہی خطرناک نتائج کا باعث ہو گی۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے چھبیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ قرآن آڈیٹوریم میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید ہدایت کاملہ اور صحیفہ انقلاب ہے مگر امت مسلمہ کی عظیم اکثریت نے اسے محض حصول ثواب کا ذریعہ بنا کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں سے خارج کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسانیت کے تمام مسائل کا حل قرآن میں موجود ہے۔ آسمانی ہدایت سے محروم موجودہ عالمی تہذیب اور ملحدانہ نظریات کا توڑ کئے بغیر احیائے اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ الحاد اور مادہ پرستی کی علمبردار عالمی شیطانی قوتوں کے مقابلے کے لئے بھی قرآن ہی موثر ہتھیار ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرنے کے باوجود مسلمان اس پر یقین کی دولت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرآنی تعلیمات کو عوام الناس اور تعلیم یافتہ طبقہ تک پہنچا کر ہی خدا اور رسول کی باغی تہذیب کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن نے عادلانہ نظام کو غالب کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کے ذریعے جہاد کرنا ہو گا۔ آج دین کو نافذ و غالب کرنے کی جدوجہد ترک کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہے۔ اس جدوجہد کے ابتدائی مراحل میں قرآن حکیم کی نظریاتی قوت کو بروئے کار لائے بغیر یعنی جہاد بالقرآن کے بغیر غلبہ و اقامت دین کی منزل سر نہیں کی جا سکتی۔ ان کے خطاب سے پہلے انجمن خدام القرآن کی ذیلی شاخوں کے صدور نے بھی خطاب کیا۔

حکومت فرقہ وارانہ تشدد میں ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچا کر اپنی ذمہ داریاں پوری کرے

لاہور (پ ر) ۳ نومبر۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کراچی میں ہونے والی دہشت گردی کی واردات کی شدید مذمت کی ہے' جس میں جامع اسلامیہ بنوری کے مہتمم ڈاکٹر حبیب مختار اور ناظم جامع مفتی عبدالسمیع جیسے نامور علماء شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خصوصی عدالتیں قائم کرنے اور موٹر سائیکل پر ڈبل سواری کی پابندی عائد کر کے حکمران جماعت دہشت گردی پر قابو پانے کا دعویٰ کر رہی تھی مگر ملتان کے بعد کراچی کی حالیہ دہشت پسندانہ کارروائی سے حکومت کی جانب سے امن و امان کا قیام کے کھوکھلے دعوؤں کا پول کھل گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ حکومت فرقہ وارانہ تشدد سمیت ہر قسم کی دہشت پسندانہ کارروائیوں میں ملوث افراد کو فوری طور پر کیفر کردار تک پہنچا کر اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کرے۔

عدلیہ تمام فیصلے قرآن و سنت کے مطابق صادر کرے

لاہور (پ ر) ۴ نومبر۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے لاہور ہائی کورٹ کی جسٹس فخر النساء کھوکھر کی جانب سے میاں بیوی کے مابین صلح کے لئے قرآن یا فیملی ایکٹ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے بارے میں فل بینچ تشکیل دینے کی سفارش کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرارداد مقاصد کی رو سے قرآن و سنت کو ملک کے اعلیٰ ترین قانون کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا عدلیہ کو چاہئے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق تمام فیصلے صادر کریں انہوں نے وزیر اعظم میاں نواز شریف سے بھی مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ مزید وقت ضائع کئے بغیر قرارداد مقاصد کے منافی آئینی دفعات کو کالعدم کروا کر قرآن و سنت کی مکمل اور غیر مشروط بالادستی کے لئے آئینی ترامیم منظور کروا کر اللہ تعالیٰ اور قوم کے سامنے سرخرو ہوں۔

الارض للہ

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون | کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار | خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب | موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں' تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں' تیری نہیں' میری نہیں

(کلام اقبال۔ مرسلہ: سید نجم الرحمن انجم)